بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

قع

نظام العمل فقراء

شمس المفسرین خادم القرآن بحر العلوم رح

حضرت محمد عبد القدیر صدیقی حسرت

پروفیسر و سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

باہتمام محمد عباس علم بردار صدیقی

حسرت اکیڈیمی پبلیکیشنز

صدیقی گلشن بہادرپورہ حیدرآباد ۵۰۰۰۲۶۴

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

نظام العملِ فقراء

از

بحر العلوم علامہ محمد عبد القدیر صدیقی حسرتؒ

سابق پروفیسر و صدر شعبۂ دینیات

عثمانیہ یونیورسٹی

باہتمام

محمد عباس علمبردار صدیقی

ناشرین

حسرت اکیڈیمی پبلکیشنز

صدیق گلشن ، حیدرآباد ۔

قیمت : (   )

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : نظام العمل فقراء

نام مصنف : بحر العلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ

سابق پروفیسر و صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۔

فن : اسلامیات

اشاعت (سوم) رمضان ۱۴۲۱ مطابق ڈسمبر ۲۰۰۰

اشاعت اول ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ اعجاز مشین پریس چھتہ بازار

اشاعت دوم رمضان ۱۳۸۰ھ نیشنل فائن پرنٹنگ پریس

سائز : ڈیمائی ۱/۸ صفحات ۵۶ تعداد ۱۰۰۰

کمپیوٹر کتابت : شیخ محمود علی

طباعت سرورق : فیس بلاک چھتہ بازار

طباعت کتاب : اسپیڈ پرنٹس سعید آباد ۔ حیدرآباد ۔

اہتمام : محمد عباس علمبردار صدیقی

ناشرین : حسرت اکیڈیمی ۔ بہادر پورہ ، حیدرآباد ۔

ملنے کے پتے : اسٹوڈنٹس بک ہاوس ۔ چارمینار

دار الکتاب ۔ گن فاونڈری ، عابدس ، حیدرآباد

دفتر حسرت اکیڈیمی ، صدیق گلشن ۔ بہادر پورہ

حسامی بک ڈپو ، مچھلی کمان ، حیدرآباد ۔

بک زون ، مہدی پٹنم

دیگر کتب فروش

چند سطور بحر العلومؒ کے بارے میں

شمس المفسرین شیخ المحدثین استاذ العلماء بحر العلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد دکن کی ایک ایسی عالم شخصیت تھے، جن کو بجا طور پر بحر العلوم اور استاذ العلماء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت بروز جمعہ ۲۰ / رجب ۱۲۸۸ھ (۱۳ / اکتوبر ۱۸۷۱ء) حیدرآباد دکن کے ایک مشہور علمی گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات بدرجہ امتیاز کامیاب فرمائے اور ابتداءً آپ کا تقرر دارالعلوم پر ہوا۔ جو اس زمانے میں حیدرآباد دکن کی مشہور درسگاہ تھی۔ جب عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ تو آپ پروفیسر اور صدر شعبہ دینیات مقرر ہوئے۔ بذریعہ شاہی فرمان آپ کی ملازمت کی مدت میں دس سال تک مسلسل توسیع ہوتی رہی۔

آپ نے قرآن مجید کی مکمل تفسیر لکھی۔ جو "تفسیر صدیقی" کے نام سے ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ ۱۹۳۱ء میں حیدرآباد اکیڈیمی کی جانب سے آپ کا تحقیقی مقالہ "مسئلہ عدم نسخ قرآن" طبع ہوا جس میں آپ نے ثابت فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں آپ کی تالیف "الدین" بزبان عربی جامعہ عثمانیہ کے نصاب فقہ میں شامل تھی۔ آپ نے علامہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف فصوص الحکم کا معرکۃ الآرا محشیٰ ترجمہ فرمایا جو جامعہ عثمانیہ کے دارالترجمہ سے شائع ہوا اور کافی شہرت رکھتا ہے۔ تصوف میں آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں حکمت اسلامیہ، المعارف، العرفان، التوحید (بزبان فارسی) اور مکاتیب عرفان شامل ہیں۔

آپ حسرت تخلص فرماتے تھے اور عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں شعر کہتے تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام "کلیات حسرت" کے نام سے زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

آپ نے ۱۰/شوال ۱۳۸۱ھ (۲۳/ مارچ ۱۹۶۲ء) بروز شنبہ بوقت عصر اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

محمد عباس علمبردار صدیقی

مہتمم حسرت اکیڈیمی و کتب خانہ بحر العلوم

صدیق گلشن حیدرآباد

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیعت و ارادت

قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا. یعنی بے شک جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر بیعت کے بعد جو عہد توڑ دیتا ہے تو اس کا وبال خود اس پر پڑے گا اور جو اللہ سے کئے ہوئے عہد پر وفاداری سے رہے گا تو عنقریب اللہ اس کو اجر عظیم عطا کرے گا۔

صاحبو! بیعت کیا ہے؟ اور اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ بیعت ایک معاہدہ ہے۔ عربوں کی ایک عادت یہ ہے کہ کوئی معاہدہ کیا جاتا ہے تو ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں۔ تمام سلطنتوں میں حلفِ وفاداری لیا جاتا ہے اسی طرح کسی اہم بات کی تاکید پر بیعت لی جاتی ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی مسلمان ہوتا تو بیعت کرتا۔ توبہ کرتا تو بیعت لی جاتی۔ بیعتِ تقویٰ و توبہ عورتوں سے بھی لی جاتی۔

بعض دفعہ اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کے متعلق بیعت لی جاتی جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا۔ بعض دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ نہ مانگنے پر بیعت لی۔ ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اگر اونٹ کی مہار گر جاتی تو اونٹ کو بٹھا کر مہار اٹھاتے مگر دوسروں سے یہ نہ کہتے کہ ذرا مہار دیدو۔ بعض دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں ثابت قدم رہنے کے لئے بیعت لی ہے غرض کہ کسی اہم چیز پر عہد لینے کا نام بیعت ہے۔

قرآن شریف، حدیث اور کتبِ فقہ سب ہمارے سامنے ہیں ۔ پھر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی کیا ضرورت ؟

دیکھو ! ذرا غور کرکے اس کا جواب دو کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں چار میں سے اگر دو تفریق کریں تو دو باقی رہتے ہیں ۔ حساب ایسا یقینی علم ہے کہ بہ مشکل کوئی دوسرا علم ایسا یقینی و قطعی ہوسکتا ہے ۔ مگر پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک حساب کی تعلیم اساتذہ سے حاصل کی جاتی ہے ۔ تب کہیں اس میں مہارت حاصل ہوتی ہے ۔

اصل بات یہ ہے کہ آدمی کو اپنی غلطی معلوم نہیں ہوسکتی ۔ استاد، شاگرد کی غلطیوں کو پکڑتا جاتا ہے ۔ جب ایسی بدیہی چیزوں میں غلطی ہونے سے استاد کی ضرورت ہوتی ہے تو لطیف اور نازک چیزوں میں غلطیوں کا ہونا کثیر الوقوع ہے ۔ استاد اپنے شاگردوں کی ہمیشہ نگرانی کرتا ہے اور ان کو ان غلطیوں پر متنبہ کرتا رہتا ہے ۔ جب دنیاوی کاموں میں استاد کی ضرورت ہوتی ہے تو سلوک راہِ خدا میں استادِ روحانی یا شیخ کی کیوں ضرورت نہ ہوگی ۔

اچھا ! ایک ہی شخص کی تعلیم کے پابند رہنے کی کیا وجہ ؟ مختلف لوگوں کے مختلف خیالات سن کر آدمی کو حیرت لاحق ہوجاتی ہے ۔ اس واسطے اپنے معتمد علیہ ہستی کو اپنا پیشوا بنانا چاہیئے ۔

ذرا غور کرو کہ کسی اہم مقدمہ میں ہر روز ایک وکیل بدلا جائے تو نہ پیروی برابر ہوسکتی ہے نہ کامیابی کی توقع ہے ۔ اردو میں قانون کی کتابیں موجود ہیں ۔ کیا ان کو دیکھ دیکھ کر مقدمہ کو چلا سکتے ہیں ۔ نہیں ہر کام میں ایک شخص ماہر ہوتا ہے ۔ اسی پر اعتماد کرکے اپنے تمام مقدمات و معاملات کو اس کے حوالے کرنے کی ضرورت ہے ۔

عام طور پر مشائخین کرام کس طرح بیعت لیتے ہیں ۔ مردوں کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور ان سے عہد لیتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق رہیں گے ۔ اور ان سے جس قدر ہوسکے گا رذائل سے اجتناب اور فضائل پر کاربند رہیں گے ۔ اگر آدمی کی پوری تعلیم نہ ہوئی ہو تو دوسرے شیخ کی ارادت حاصل کی جاتی ہے اور اس کو طالب ہونا کہتے ہیں ۔

بعض لوگ کسی اچھے اور تجربہ کار مذہبی شخص سے دوستی پیدا کرتے ہیں اور اس کے نیک مشوروں کو سنتے اور عمل کرتے ہیں ایسے شخص کو رفیقِ راہِ خدا کہا جاتا ہے ایسا شخص مرشد تو نہیں

مگر مشیر ضرور ہوتا ہے۔

بیعت کے وقت استغفار و عہد کے الفاظ کہنے کے بعد إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ الی اخرہ اور بعض شیخ کہتے ہیں تم کو اس آیت کی وصیت کرتا ہوں إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ اس کے بعد شیخ ہمیشہ مرید کو اپنی نگرانی میں رکھتا ہے اور ہر وقت اپنے حسنِ توجہ سے روحانی امداد سے اور قوتِ خیالی و ارادی سے مرید کو بری باتوں سے روکتا ہے اور نیک اعمال کو اور ان کی نیتوں کو درست رکھتا ہے۔

بعض دفعہ چھوٹے کم کم بچوں سے بھی بیعت لی جاتی ہے اس کو بیعتِ برکت کہتے ہیں۔ یہ تو مردوں کی بیعت کا ذکر تھا۔ عورتوں کی بیعت میں خالی زبان سے بیعت کر لینا کافی ہوتا ہے بزرگانِ دین اپنے رومال یا چادر کا ایک گوشہ خود پکڑتے ہیں اور دوسرا گوشہ عورت کو دیتے ہیں کہ پکڑ لے۔ بعض لوگ لگن میں پانی رکھتے ہیں اور اس کے ایک جانب شیخ کا ہاتھ ہوتا ہے اور دوسری جانب مرید ہونے والی عورت کا۔ شیخ کے سامنے بے پردہ ہونا کوئی ضروری چیز نہیں ہے چاہے شیخ معمر اور بوڑھا ہی کیوں نہ ہو۔

بیعت کے وقت مرید کی کیا عمر ہو؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جوان ہو بعض لوگ فرماتے ہیں صاحبِ فہم و فراست ہو اچھی اور بری بات کو تمیز کر سکتا ہو۔ جس بات کی تعلیم دی جاتی ہو اس پر کاربند رہ سکتا ہو۔

اچھا، تو شیخ کیسا ہونا چاہیئے؟ مریدی کی غرض اور مقصد کو پورا کرنے کی قابلیت رکھنے والا ہو۔ بعض شیوخ کا خیال ہے کہ مرشد کچھ قرآن شریف کے احکام کی آیتیں اور حدیث وفقہ کے ضروری مسائل سے بھی واقف ہو۔ اور کسی تجربہ کار ہستی کے فیضِ صحبت سے باریاب ہو۔

بعض بزرگوں نے اچھے مرشد کی یہ تمیز بتائی ہے کہ جس کی صحبت میں وساوس اور فضول خیالات سب بند ہو جائیں اور آدمی کا خیال خدا اور رسول کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔

دیکھ کچھ کر دینا ہاتھ ۔۔۔ ورنہ پیچھے ندامت ہے
غیر سے جو کر دے آزاد ۔۔۔ لازم اس کی صحبت ہے ۔۔۔ (حسرت)

اچھے اور برے کو جانچنے کا معیار انسان کی آنکھ ہے۔ جس کا دل مستقیم ہوتا ہے اس کی آنکھ بھی ایک نقطہ پر قائم رہتی ہے۔ پریشان خاطر کی آنکھ بھی پریشان رہتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس کے پیچھے درودِ شریف پڑھا جائے تو اکثر وہ پلٹ کر دیکھتا ہے اور کچھ پوچھو تو فوراً جواب دیتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر شخص میں سے اس کے خیالات اس کی صحبت کے ذرات تموج کرتے ہیں اور چوطرف پھیلتے ہیں۔ نیک کی صحبت سے نیکی حاصل ہوتی ہے اور بد کی صحبت سے بدی۔ پانی پر اگر ایک کنکر ڈالیں تو اس سے تھوڑا تموج اور چھوٹا دائرہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر بڑا پتھر ڈالیں تو اس سے زیادہ تموج اور بڑا دائرہ پیدا ہوگا۔ اگر ایک کنکر اور ایک پتھر دونوں بیک وقت پانی پر ڈالے جائیں تو بڑے پتھر کا تموج کنکر کے تموج کو اپنے تموج میں مضمحل کر دے گا اسی طرح معمولی خیالات والا آدمی کمزور یقین کا شخص اگر کسی کامل کی صحبت میں بیٹھے تو اس کے وساوس اور واہی تباہی خیالات مضمحل اور معدوم ہوجائیں گے اور وہ کامل اور قوی ارادہ والے شخص کے اثرِ صحبت سے متاثر ہوجائے گا۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند ÷ صحبتِ طالح ترا طالح کند

اس سے بھی شیخ کامل کے اثرِ صحبت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے الغرض شیخ کامل کی صحبت کی ضرورت اور اس کے اثرات ناقابلِ انکار ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر کسی سے بیعت کے بعد کچھ خطا صادر ہو تو پھر توبہ کرے۔ اگر بے گناہ شخص بھی استغفار کرے تو یہ اس کے حق میں اچھا ہی ہوگا۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے سرکارؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور کچھ دیر بعد حضرت نے فرمایا کہ تم بھی بیعت کرلو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے تو بیعت کرلی ہے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ پھر بیعت کرلو۔

کیا ہر شخص کو مرید ہونا ضروری ہے؟ ایک شخص رذائل سے مجتنب اور وصائف سے متصف ہونے کو ضروری سمجھتا ہے۔ اور اس کو ایک اعلیٰ معیار پر ادا کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اس کو ضروری نہیں سمجھتے تو آپ کو محرومیت مبارک۔ بزرگوں کا مقولہ ہے۔ من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان بے پیرے کا پیر شیطان ہوتا ہے۔

یہ بھی واضح ہے کہ قرآن و حدیث کی کتابیں موجود ہیں۔ تصوف اور سلوک کی کتابیں بھی مہیا ہیں۔ پھر یہ قادری چشتی اور نقشبندی وغیرہ مختلف طریقے کیوں پیدا ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے استنباط کرنے والے فقہا جس طرح مختلف ہیں۔ اور کوئی حنفی ہے کوئی شافعی ہے کوئی مالکی اور کوئی حنبلی وغیرہ اسی طرح راہ سلوک طے کرنے والے بھی قادری چشتی نقشبندی وغیرہ ہیں۔

یک بات یاد رکھو! لوگوں کے مذاق مختلف ہوتے ہیں۔ ان کے طبائع جدا ہوتے ہیں۔ کسی کو شوخی اور محبت پسند ہوتی ہے اور کسی کو متانت و سنجیدگی۔ ہر ایک اپنے ہم مذاق شیخ کو ڈھونڈتا ہے۔ ولکل وجهة هو موليها۔

بعض شیوخ مختلف خاندانوں کے اجازت یافتہ ہوتے ہیں۔ شیخ ایک خاندان کی تربیت سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے خاندان میں بھی بیعت لیتا ہے اور اس کے برکات اور اصول تعلیم سے بہرہ ور کرتا ہے۔ ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء۔ دیکھو! یہ اللہ کا فضل عظیم ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

استغفار تو ہر مسلمان مرد اور عورت کو کرنا چاہیئے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ استغفار پڑھوانے کے لئے کسی مرشد کی ضرورت ہو؟ ایسے اعتراضات ایسے سوالات قرآن سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا دیکھو! لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا کی علت یا سبب وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ ہے اس سے تو صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اکیلے اور تنہا استغفار کر لینے سے کام نہیں چلتا کسی روشن دل شخص کی دعائیں لینی چاہئیں۔ جب تک سرکارؐ پردہ نہیں فرمائے تھے۔ حضرتؐ خود دعائے مغفرت فرماتے تھے اب جب کہ جاہلوں کی آنکھوں سے پردہ فرمایا ہے تو ان کا جانشین ان کا قائم مقام دعائے مغفرت دے گا۔ جس کی امید قبولیت ہے۔

ذرا سوچو! الحب فی اللہ بڑی اہم چیز ہے حدیث میں ہے اللہ کے واسطے محبت رکھنے والوں کے لئے نور کا ممبر لگایا جائے گا جس پر پیغمبر بھی غبطہ کریں گے۔ ہٹ دھرمی چھوڑو ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ مرید اپنے مرشد کو کیوں چاہتا ہے۔ اللہ کے واسطے چاہتا ہے الحب فی اللہ دونوں

کے درمیان رہتا ہے معلوم نہیں المرء مع من احب وانت مع من احببت جو جس کو چاہے اس کے ساتھ تو جس کو چاہے اس کے ساتھ۔

قرآن شریف میں ہے وَالحقنا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ اولاد اگر عمل میں کم بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ماں باپ سے ملا دیتا ہے یہ مرید کون ہیں ؟ روحانی اولاد ہیں انشاء اللہ مریدین اپنے مرشد سے ملحق ہوجائیں گے ان کے ساتھ اٹھیں گے جہاں مرشد رہیں گے وہیں مرید بھی رہیں گے۔

صاحبو ! اس مختصر رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ علم تصوف یا علم لدنی کے ذریعہ ہر قادری اپنی زندگی احکامِ خداوندی اور فرمانِ نبوی کے مطابق بسر کرے۔ ہدایت کے لئے شیخ کا انتخاب کرے، بیعت کرے۔ توبہ کرے، تقویٰ اختیار کرے۔ مختلف اذکار و اشغال و اوراد میں مصروف ہوجائے اور ان کے نتائج سے بہرہ ور ہو۔

تصوف یا علم لدنی کا ماخذ حدیث و قرآن ہے جو اصل اصول اور تمام سلاسل کے متفق علیہ ہیں۔ طریقہ عمل سے ایک سلسلہ دوسرے سلسلہ سے جدا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ شیوخ کے جدا ہونے سے طریقے جدا ہوجاتے ہیں گو ان کی تعلیم آپس میں جدا نہیں۔ بعض دفعہ متفق علیہ امور میں سے کسی ایک امر پر کسی ایک طریقے میں زیادہ زور دیا جاتا ہے اور دوسرے طریقے میں دوسرے امر پر۔

خوبصورت وہی ہے جو سر سے پاؤں تک خوبصورت ہو۔ کسی اندھے یا کانے یا کن کٹے کو خوبصورت نہیں کہا جاسکتا اسی طرح شیوخِ طریقت سب اچھے ہیں سر سے پاؤں تک اچھے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی کسی کی آنکھ اچھی ہوتی ہے۔ کسی کا ہنسنا اچھا ہوتا ہے کسی کی بات چیت اچھی ہوتی ہے۔ کسی میں شوخی ہے، کسی میں متانت۔ اسی طرح کسی میں محبت کسی میں توحید اور کسی میں عبدیت کا زور ہوتا ہے۔ اپنا اپنا ذوق ہے اپنی اپنی پسند ہے۔ اعتقادِ صحیح، تہذیبِ نفس اور دوامِ حضور تمام سلاسل کا متفق علیہ ہے۔ تہذیبِ نفس کے لئے سب سے پہلے توبہ ہے، پھر تقویٰ پھر توکل، پھر صبر پھر تسلیم و رضا ہے۔ تہذیبِ نفس کے بعد فنائے افعال، پھر فنائے صفات پھر فنائے ذات ہے اور آخر میں عبدیت۔

توبہ

بندہ جب خدا کا راستہ چلنا چاہتا ہے تو پہلے اپنی گذشتہ غفلت، اپنی بے حکمی و نافرمانی پر نادم ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے۔ اور خدا کی طرف رجوع کرتا ہے دل میں عزم بالجزم کرتا ہے اور منہ سے اقرار کرتا ہے کہ میں آئندہ خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اگر دوسرے بندگان خدا کے کچھ حقوق اس نے ضائع کئے ہیں تو اس کی تلافی کرتا ہے۔ جن چیزوں کی تلافی نہیں ہوسکتی ان کے متعلق لوگوں سے معافی مانگتا ہے۔ یہ ہے توبہ کی حقیقت۔ ان اللہ یحب التوابین توبہ دل کی صفت ہے۔ رجوع الی اللہ ہوتا ہے۔ توبہ ہاتھوں کی صفت تو ہے ہی نہیں کہ ان کو رخساروں پر مارلیا اور سمجھ لیا کہ میں نے توبہ کرلی۔ توبہ کا اثر کیا ہے؟ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ (الحدیث) وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّئَاتِ (القرآن) توبہ سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ ایسا ہوجاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

یہ بات یاد رکھو کہ انسان روح و تن کے مجموعے کا نام ہے۔ تن کی اصلاح شریعت و طریقت سے ہوتی ہے۔ روح کی اصلاح حقیقت اور معرفت سے ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جسم اپنے حوائج کو طلب کرے گا۔ کھانا، پینا، کپڑے پہننا، بیوی کا حق ادا کرنا۔ غور کرو جسم گھوڑا ہے۔ گھوڑے کو دانہ چارہ نہ ڈالو گے تو وہ بیٹھ جائے گا۔ زیادہ کھلاؤ گے تو شریر ہوجائے گا۔ شہ سوار کو چاہیئے کہ گھوڑے کو کھلائے پلائے اور اس کو دوڑائے آرام طلب ہونے نہ دے۔ مگر اس کے آرام کا خیال بھی رکھے۔ کھانے پینے سے مست ہوکر دولتیاں جھاڑنے لگے۔ بک کرنے لگے۔ کاٹنے کو دوڑنے لگے تو اس کا دانہ چارہ کم کردے اور کاوے دے دے کر اس کو تھکا کر راستی پر لائے۔

یاد رکھو: تھوڑے کھانے پر راضی ہونا قناعت ہے۔ زیادہ طلبی حرص ہے۔ آرام طلبی سے انسان کاہل اور بے کار ہوجاتا ہے۔ بعض برے کاموں کا ارادہ کرتا ہے۔ توبہ کے بعد دوسرے خواہشاتِ نفسانی اپنی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں اور جس چیز کو ترک کردیا تھا پھر اسی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ برے کاموں کو کرنے نہ دینا تقویٰ ہے۔ لہذا تقویٰ کی ضرورت ہوئی ان اللّٰہ یحب المتقین۔

واضح رہے کہ گناہ گار ڈرتا ہے۔ یہ خوف ہے اور نیک لوگ اللہ کے جلال و کمال سے مرعوب ہوتے ہیں۔ یہ خشیۃ اللّٰہ ہے۔ یعنی بےگناہ کا خدا سے ڈرنا نعم العبدُ صہیب لولم یَخِفِ اللّٰہُ لم یعصہِ صہیب کیا اچھا آدمی ہے کہ اگر اس کو خدا کا خوف بھی نہ ہوتا تو کبھی خدا کی نافرمانی نہ کرتا۔ صہیب کی فطرت ایسی اعلیٰ ہے کہ وہ نافرمانی کر نہیں سکتا۔

جب خیر خدا کے ہاتھ میں ہے تو غیر سے امید رکھنا لایعنی حسرت

غیر سے عرضِ حاجت ہے ؛ نمک حرامی آقا کی

مسلمانوں کا ایمان بین الخوف والرجاء رہتا ہے مگر جوانوں کو گناہوں سے ڈرانا چاہئیے اور بوڑھے آدمیوں کو خدا کے رحم کی امید دلانا چاہیے کہ وہ خوشی خوشی اپنی جان اپنے مالک کے نذر کردیں۔

تقویٰ

یاد رکھو! تقوے کی ابتداء توبہ کرتے ہی شروع ہوجاتی ہے ۔ ہر ایک چیز جس سے نقصان ہو اس سے بچنا لوازمِ تقویٰ سے ہے کم کھانا ، کم سونا ، کم بولنا ، بے کار گفتار ، لوگوں کی برائیوں کا رونا ، دوسروں کی تنقید کرنا ۔ اور اپنی تنقید بھول جانا ۔ حماقت کے سوا کیا ہے ۔ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے ماضی گیا ۔ مستقبل ناقابلِ اعتماد اب تمہارے ہاتھ میں کیا ہے ؟ ایک حال ہے اور اسی پر تمہارے حسن و قبح کا مآل ہے ۔ وقت آتا ہے تو کام ساتھ لاتا ہے ۔ آج کا کام کل پر ڈالو گے تو کل کا کام کب نکالو گے ۔

جو کرنا ہے آج کرو ÷ کام کرو یا کاج کرو

تقویٰ کیا ہے ؟ ہر اس چیز سے کہ نقصان پہنچاتی ہے پرہیز کرنا ۔ ترکِ واجب بھی گناہ ہے اور ارتکابِ حرام بھی گناہ ۔ ان دونوں سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے ۔ انسان کی بہت سی حاجتیں اور بہت سے مقاصد ہیں اپنی سعی اور کوشش کو موثر سمجھنا غلطی ہے ۔ اپنے حاجات کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہے ۔ یہی توتوکل ہے ۔ کام نہ کرنے کا نام توکل نہیں ہے یہ تو آرام طلبی ہے اور اپنے ہاتھ پاؤں کو اپنی قوتوں کو جو خدائے تعالیٰ کے عطایا ہیں ، بیکار کردینا ہے اور عطایائے الٰہی کی سخت ناقدری ہے ۔

ہیں اللھم انی استخیرک جو حصن حصین میں ہے۔ اللہ ان کے دن بھر کے کام اپنی مرضی کے مطابق کر دیتا ہے۔

بعض لوگ ہر کام پوچھ پوچھ کر کرتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں اللھم خرلی و اختر لی شروع شروع استخارہ کے بعد جو الہام ہوتا ہے اس پر کسی بات پر دل قائم نہیں ہوتا چند ہی روز کے بعد خدائے تعالیٰ کے پاس سے جو جواب آتا ہے۔ الہام آتا ہے معلوم ہونے لگتا ہے۔ تیز ہونے لگتا ہے تو وہ حضرات اپنے تمام کام کو تحتِ امر رکھتے ہیں۔

یاد رکھو، فرائض اور محرمات میں استخارہ درست نہیں کیونکہ وہ معصوم کے احکام ہیں۔

تمہارے الہام و کشف کو قرآن اور حدیث پر پیش کرو۔ جو موافق ہو کرو۔ جو نا موافق ہو نہ کرو۔

اگر کشف میں عالمِ مثال میں کوئی حکم دیا جائے۔ دیکھو یہ حکم ہے کس کا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی صورت میں شیطان نہیں آسکتا اس واسطے حضرت کے دیئے ہوئے حکم واجب التعمیل ہیں مگر ہوشیار! منصوص کے مقابلے میں اجتہادی حکم ناقابل قبول۔ اگر کسی جلالی کیفیت اور حکم سے مجبوراً کام کرنا پڑا تو فوراً توبہ کرو۔ استغفار پڑھو۔ شیوخِ طریقت میں سے ان حضرات کا حکم جو فنا فی الرسول ہو چکے ہیں کوئی حکم دیں تو وہ حضرت ہی کا حکم سمجھا جائے گا۔ بعض ایسے نادان ہیں وہ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی چالیس سال کی عمر کے وقت جیسی شکل مبارک تھی اس شکل مبارک کے ساتھ کوئی حکم دیں تو البتہ قابل قبول ہے۔ ورنہ نہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر مرید مخلص ہے تو پوری توجہ سے حکم حاصل کرتا ہے وہ اس کے لئے ہے۔ پیر من خس است، اعتقاد من بس است وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی ہوشیار، اور ہاتھ پیر ہیں کہ اس کے اختیار میں نہیں۔ ایک جگہ جانا چاہتا ہے اور دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ بات منہ سے نکل جاتی ہے۔ ہاتھ سے کام ہو جاتا ہے اور اسے خبر نہیں۔ سوچ کر کام نہیں کرتا۔ کام کرنے کے بعد سمجھتا ہے۔ یہ خدائی راستے ہیں صراط مستقیم پر قائم رکھنا صرف خدا کا کام ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ

اُولٰٓئِکَ رَفِیقًا حسرت

ہاتھ میں ان کے ہاتھ   دونوں جگت میں ساتھ   پھر ڈر کا ہے کا

قادریہ طریقے کے لوگ کتنے قسم کے ہوتے ہیں ؟ بعض دلوں میں خواہشات رکھتے ہیں اور ان کو دربار غوثیہ سے حاصل کرلیتے ہیں   حسرت

کس چیز کی کمی ہے مولا تری گلی میں ÷ دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں
کیا حسن و عشق کا ہے چرچا تری گلی میں ÷ مجنوں تری گلی میں لیلیٰ تری گلی میں

یہ لوگ بھی قادری ہیں مگر قربِ نوافل والے ۔ اور بعض جو دل میں کوئی خواہش نہیں رکھتے ۔ نہ خیر کی طلب نہ رفعِ شر سے مطلب ۔ ان کے پیشِ نظر کن کالمیت فی ید الغسال ایسا ہوجاؤ جیسے مردہ نہلانے والے غسال کے ہاتھ میں ۔ او کالکرۃ تحت صولجان الفارس یا گولے کی طرح شہسوار کے ڈانڈ کے نیچے ، بیاٹ کے نیچے ۔ ضرب پڑتی ہے بیسیوں گز دور جا پڑتا ہے مگر فتح اور گول انہی ضربات سے ہوتا ہے او کالولد الرضیع فی حجر ظئرہ یا شیر خوار بچہ دودھ پلانے والی دایا کے گود میں ۔ دایا کھلاتی پلاتی ہے ۔ کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں تو نہلاتی دھلاتی ہے ۔ بچہ چلاتا ہے تو کب چھوڑتی ہے پاک و صاف کرے گی تو ماں باپ کے گود میں دے گی ۔ یہ لوگ قربِ فرائض والے قادری ہیں ۔ غوث پاک کو اپنے متوسلین کو کچھ دینا ہوتا ہے تو ان کے ہاتھ سے دلواتے ہیں ۔ یہ ہیں پکے قادری اور جانشینِ غوث ۔

ایک بات یاد رکھو ۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب نوافل والوں کے خدائے تعالیٰ ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے یعنی ان کے حاجات کو پورا کرتا ہے اور قرب فرائض والے کوئی خواہش نہیں رکھتے ۔ اس واسطے اللہ کو کچھ دینا یا کام کرانا ہوتا ہے تو ان کے ہاتھ سے کراتا ہے یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں بن جاتے ہیں ۔ بے غرض جیتے ہیں ۔ بے ارادہ چلتے پھرتے ہیں ۔ دوسروں کے پاس حرکت میں برکت ہے ۔ اور ان کے پاس سکون میں راحت ہے عزت ہے ۔

" ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا "

اِبتلاء

یہ یاد رکھو کہ اگر کوئی خدائے تعالیٰ پر پورا بھروسہ اور اعتماد رکھتا ہے تو وہ بغیر وسائل کے بھی دے سکتا ہے ۔ توکل کرنے والے کے تمام کاموں کو خدائے تعالیٰ پورا کردیتا ہے ۔ جہاں کوئی خواہش دل میں پیدا ہوئی خدا نے اس کو پورا کردیا ۔ جب اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرماتا ہے کہ اس کے خیالات درست اور خدا پر اس کا اعتقاد قوی ہے اور بندہ اس کی فرمانبرداری کررہا ہے اور اس کے حکم کے مطابق چل رہا ہے تو اب اس کا امتحان شروع ہوتا ہے ۔ دنیا تمام دشمن ہوجاتی ہے ۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ مصائب ، امراض ، فاقے اور احتیاج میں مبتلا کرتا ہے اور فرماتا اور الہام کرتا ہے کہ تم کو میری اطاعت کرنی چاہیئے نہ کہ مجھے تمہاری اطاعت ۔ بیوی عیش و عشرت اور اچھا کھانا پینا مانگتی ہے ۔ ایک طرف سے مفلسی آتی ہے اور ایک طرف سے امراض ۔ یہ حالت بڑی ناگوار ہوتی ہے ۔ اور اس وقت صبر کی ضرورت ہے ۔ تکلیفات اور مصائب کو بادلِ ناخواستہ برداشت کرنے کا نام ہی تو صبر ہے ان اللّٰہ مع الصابرین ۔ اس زمانے میں دل و خیال کا نقطہ اعتدال پر رکھنا مردانِ خدا کا کام ہے دیکھو ! پارہ ۹۸ 1/2 پر رہے نہ کمی ہو نہ زیادتی ۔ زیادتی ہوجائے تو بخار کمی ہوجائے تو ضعف و ناتوانی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ سیدھا راستہ ایک ہی ہوتا ہے اور سب راستوں سے چھوٹا ۔ اس پر جو گامزن ہوتا ہے مقصد تک جلد پہنچ جاتا ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ ۔ بندہ جب مصیبتوں کو برداشت کرے دل پر کسی قسم کی گرانی نہ ہو ۔ احکام الٰہی بلاانکار و کراہت قبول کرلے تو اس کا نام تسلیم ہے اور یہی بزرگوں کی تعلیم ہے ۔

تا مرنہ دہم پانہ کشم از سرِ کویت ÷ نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد

بندہ جب تکلیفات برداشت کرنے کا عادی ہوجاتا ہے اور احکام الٰہی کا عمل کرنا اس پر سہل ہوجاتا ہے اور ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرکے اس کا مزہ لیتا ہے جس طرح کڑوی افیون کھانے والا

کھاتے کھاتے مزے لینے لگتا اور اس کا لطف اٹھاتا ہے تو اس کا نام رضا ہے۔ و رضوان من اللّٰہ اکبر خدا کی رضامندی بڑی چیز ہے۔ کسی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ "میں تکلیف کو سیدھے ہاتھ سے اور راحت کو بائیں ہاتھ سے لیتا ہوں"۔ تو امام عالی مقام نے فرمایا "خدا ابوذر پر رحم کرے میں توابع و راحت سب کو سیدھے ہاتھ سے لیتا ہوں" یہ ہے مقام کلتا یمین اللّٰہ یعنی خدا کے دونوں ہاتھ سیدھے ہی ہیں۔

اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ فضائل تھے منجیات تھے ان کے مقابل رذائل اور مہلکات ہیں۔ یہ رذائل بعض زبان سے متعلق ہیں جیسے جھوٹ، غیبت، چغلخوری۔ بعض دل سے متعلق ہیں مثلاً تکبر، عُجب یعنی خود پسندی، حسد یعنی دوسروں کا زوالِ نعمت چاہنا۔ ریا یعنی دکھاوے کی عبادت۔ بعض اور رذائل ہیں جن کو عامۃ الناس بھی برا سمجھتے ہیں جیسے زنا۔ خلافِ فطرت تعلقات۔ قتلِ نفس۔ جنگ سے بھاگنا، شراب خواری، جوا بازی وغیرہ۔

خوب یاد رکھو! مقوی دوائیں کھلانے سے پہلے حمیہ، یعنی پرہیز کی ضرورت ہے۔ اول رذائل سے اجتناب کرو، پھر فضائل کا فتح باب کرو۔ خیر! میں ماقل و دل پر اکتفا کرتا ہوں۔

یہ مت سمجھو کہ ایک بار امتحان میں پاس ہوچکا اب بے فکری ہے نہیں نہیں! امتحان کا سلسلہ تازیست رہے گا۔ غفلت کروگے تو ذلت اٹھاؤگے۔ ایک دشمن پہلو میں اور ایک گھات میں بیٹھا ہوا ہے یعنی نفس اور شیطان۔ دیکھو ان سے ہوشیار! ان کے کاموں سے خبردار رہو۔ ان دونوں دشمنوں سے خدا ہی بچائے تو بچتا ہے۔ یہ دشمنِ نفس۔ سانپ ہے۔ یہ سانپ سردی کی وجہ سے اکڑا سکڑا پڑا ہوا ہے۔ جہاں تھوڑی گرمی پہنچی پھن پھیلا کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کاٹنے کے لے تیار ہوتا ہے اس کو مردہ سمجھنا بلاہت ہے حماقت ہے۔ شیطان ہمارا آبائی دشمن ہے۔ ہمارے دادا کو جنت میں چین سے نہ بیٹھنے دے کر جنت سے نکلوانے والا اب سہولت سے ہم کو جنت میں جانے دے گا؟ ہرگز نہیں، دشمن بھی کیسا؟ پڑھا لکھا، بڑا مکار، بڑا ہوشیار، نظر بھی نہیں آتا۔ انسان کا

خون جہاں جہاں دوڑتا ہے وہاں اس کی رسائی ہے ۔ اب کیا کرو گے ؟ شیطان دربارِ الٰہی کا کتا ہے نااہل کو دیکھ کر بھونکتا ہے ۔ پکارو ! اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم اس کتے کا مالک اس کو ڈانٹ دے گا اور تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے ۔

نفس جب اس قدر مہذب ہو جاتا ہے تو اس کو فنائے افعال نصیب ہوتی ہے فنائے افعال کی وادی میں بڑے بڑے فنائے صفات و ذات کے دعویٰ کرنے والے ٹھوکریں کھاتے ہیں اور منہ کے بل گر جاتے ہیں ۔ بغیر تہذیبِ نفس کے تمام دعاویِ فنائیت مہمل اور الفاظِ بلا معنیٰ ہیں ۔

جب فنائے افعال نصیب ہوتی ہے اور نافع وضار خدا کے سوا کسی کو نہیں سمجھتا ۔ مخلوقات کے صفات کو بھی کالعدم سمجھتا ہے ۔ چیزوں کو لال ، سبز ، نیلا ، پیلا ، اودا دیکھتا ہے مگر غور کرنے سے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ سب آفتابِ عالم تاب کے انوار کا انعکاس ہے ۔ سب کے قوتوں کو سب کے صفات کو معدوم سمجھتا ہے اور حقائقِ اشیاء پر تجلی اسماء وصفاتِ الٰہی کا پرتو سمجھتا ہے اور اس کا انعکاس محسوس کرتا ہے تب کہیں فنائے صفات نصیب ہوتی ہے ۔ جب اور ترقی کرتا ہے تو اپنی ذات کو بھی معدوم سمجھتا ہے ۔ تم کون ہو ؟ معلومِ الٰہی یعنی عینِ ثابتہ پر تجلی اسماء الٰہی کا انعکاس ہوتا ہے تو تمہاری صورت نمودار ہوتی ہے ۔ پھر بقاء نصیب ہوتی ہے ۔

خطرات

یاد رکھو! سالک جب راہ خدا میں قدم رکھتا ہے اور نیک عمل کا ارادہ کرتا ہے اور ذکر و شغل کے ذریعہ تہذیبِ نفس کا خواہش مند ہوتا ہے تو اس کے دونوں دشمن یعنی شیطان اور نفس جو گھات میں بیٹھے ہیں اس کو راہِ حق سے پھیرنے اور عملِ خیر سے روکنے میں کوشاں ہیں۔ یہی خطرات ہیں۔

یہ خطرات کتنے قسم کے ہیں؟ خطرے چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) خطرہ شیطانی۔ اس کا کام ہے خدا سے بد عقیدہ بنانا اس کی یاد سے روکنا اور لہو و لعب میں ایسا مشغول کرنا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف توجہ ہی نہ کرسکے۔ (۲) دوسرا خطرہ نفس کا ہے۔ کھانا، پینا، پہننا، شادی کرنا آرام سے رہنا یہی اس کا مقصد ہے مگر نفس میں یہ بات بھی ہے کہ اچھی تربیت کرو تو اچھا بھی ہوجاتا ہے۔

گھوڑا بہت شرارت کرتا ہے پیٹھ پر ہاتھ رکھنے نہیں دیتا بڑی مشکل سے اس کو سدھاتے ہیں تو پھر وہ بگی پر تمام کام کرتا ہے۔ آپ زبردستی کرکے پچھلی رات کو اٹھا کرو چند روز کے بعد پچھلے سے خود بخود نیند اچٹ جائے گی اور وہ کام کرنے کو تیار ہوجائے گا۔ شیطان کے اور نفس کے خطرات کی وجہ سے نفس امارہ پیدا ہوتا ہے (۳) تیسرا خطرہ ملکی ہے وہ برائیوں سے روکتا ہے۔ بھلائی کو بھلائی اور برائی کو برائی دکھاتا ہے۔ یہ خطرہ ملکی ہے۔ اس کے بعد وہ نفسِ لوامہ ہوجاتا ہے۔ (۴) چوتھا خطرہ خدا کے پاس کا ہے۔ خطرہ رحمانی ہے۔ معارفِ الٰہیہ سے مالا مال کر دیتا ہے اس وقت نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔

ایک بات یاد رکھو! خطرہ وہ ہے جو آئے اور چلا جائے۔ جب کسی چیز کا پختہ ارادہ کرلیتے ہیں، وہ خطرہ نہیں رہتا عزم ہوجاتا ہے۔ خطرہ قابل معافی ہے لیکن عزم ناقابل معافی۔ اگر ایک شخص نے کسی برے کام کا پختہ ارادہ کرلیا مگر کچھ واقعات ایسے مانع آگئے کہ اس کا ایسا ارادہ عملی صورت نہ لے سکا یہ عزم ہے جو گناہ ہے اس پر سزا ہوگی مگر فعل بد سے کم۔ یوں تو صبح سے شام تک اچھے اور برے دونوں قسم کے خیالات آتے بھی رہتے ہیں اور جاتے بھی رہتے ہیں۔ ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا عزم پر باز پرس ہے نہ کہ خطرہ پر۔

دفعِ خطرات

آخر ان خطرات کو کس طرح دفع کیا جاسکتا ہے؟ دفع خطرات کے سلسلے میں ایک اہم اصول، نظر بر قدم، خلوت در انجمن ہے۔ ہمیشہ نیچی نگاہ رکھو۔ ادھر ادھر نہ دیکھو انسان کی صورت میں بڑی دلکشی ہے جس کو دیکھو گے اس کی صورت آنکھوں سے دل میں آجائے گی۔ چو طرف دیکھتے رہو گے تو دل پریشان ہوجائے گا خاطر جمع کہاں سے حاصل ہوگی۔ انسان کی صورت آفت ہے قیامت ہے۔ فقیر کہتے ہیں انسان کا سر تصویرِ رحمٰن ہے۔ سبع صفات اسی میں ہیں۔ حیات اسی میں ہے۔ علم اسی میں ہے۔ سب تو سب انس و محبت بھی اسی میں ہے۔ یہ آنکھیں بڑی شکاری ہیں۔ یہ سرخ ڈورے کیا ہیں ایک جال ہے کہ بچھا ہوا ہے۔ (حسرت)

لال ڈورے ہیں بندِ پائے نظر ÷ صید کرتی ہیں یار کی آنکھیں

چند روز اپنی نظر کی حفاظت کرو اور دوسروں کی نظر سے بچو۔ جب دل ایک نقطہ پر قائم ہوجائے گا۔ حقیقت سامنے آجائے گی۔ پھر کوئی چیز ضرر رساں نہ ہوگی۔ غیریت نہ رہے گی تو پریشانی کیوں کر آئے گی۔ جس کو دیکھو گے عینیت کی عینک سے دیکھو گے۔ سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ۔

دیکھو! ایک اور چیز ہے قسم قسم کے کھانے نہ کھاؤ۔ یہ کھانے کی رنگارنگی خیالات میں پراگندگی لاتی ہے۔ مرکب کھاؤ گے تو توحید کہاں سے پاؤ گے۔ پلاؤ خود مرکب ہے اس کے ساتھ شیرمال، قورمہ، دم کا گوشت، تلا ہوا مرغ، تلی ہوئی مچھلی، سموسے، کباب، مرچ کا سالن دم کے بینگن، دوسری طرف انڈوں کے لوز، سیویوں کا مزعفر، فیرنی پڈنگ، خوبانی کا میٹھا، آخر کیا ہے؟ کھاؤ کھاؤ پیٹ بھرنے کو آگیا ہے بس نہیں ہوتا۔ نورتن چکھو، لیمو کا اچار چاٹو۔ آخر کتنا کھاؤ گے۔ پیٹ میں کچھ سانس لینے کے لئے تو جگہ چھوڑو۔ ایک صاحب سے کہا گیا۔ کھانا بہت کھائے ہو چورن کھالو جواب دیتے ہیں چورن کے لئے جگہ ہوتی تو میٹھا یا اعظم شاہی نہ کھاتا۔

ایک خدا کے بندے کے سامنے جو ہمیشہ ابلے ہوئے گورے سے افطار کرتے تھے ان کے کسی

دوست کی خاطر ابلتے وقت تھوڑا سا نمک ڈال دیا گیا۔ جب ان کے سامنے پیش کیا گیا چکھتے ہی پھینک دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ فرمایا جس کی زبان کو یہ مزہ لگا ہو وہ خدا کی کیا یاد کرے گا۔ عمل کرو عمل!

باتوں سے کیا ہوتا ہے　　　عمل سے ساری عزت ہے

عمل ہو کیونکر قیمتِ یار　　　عمل کے ساتھ عنایت ہے　　　(حسرت)

دفعِ خطرات میں یہ بھی ایک مجرب صورت ہے کیسا ہی بے ضرورت خیال آئے۔ بے وقت آئے مہمل سے مہمل خیال آئے موافق خیال کو ایجابی طور سے طلب کرو اور بُرے خیال سے بچانے کی دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور الدعاء مخ العبادۃ ہمارے جمال اللہ نے یاد فراموش باندھا تھا۔ آپس میں بیٹھے ہوئے بات چیت کرتے کام کاج کرتے ان میں سے ایک صاحب اللہ پکار کر بولتے جن کا دل حاضر ہے وہ الحمد للہ کہتے۔ جن سے فراموشی ہوئی ہے وہ استغفر اللہ کہتے۔ اس یاد فراموش کے معاہدہ سے نہ صرف دوام حضور کو مدد ملتی ہے بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے تمہارا کام لِلّٰہ فی اللہ ہوجاتا ہے۔

علاوہ ازیں دفعِ خطرات کے مزید مجرب طریقے درج ذیل ہیں۔

(۱) جب خطرات کثرت سے آئیں تو حالت کو بدلو یعنی بیٹھے ہوئے ہو تو کھڑے ہوجاؤ کھڑے ہو تو چلو یا بیٹھ جاؤ اس کا اصلِ اصول حرکت ہے۔

(۲) جب تمہارے دل میں کوئی خطرہ آئے خیال میں اس سے بھاگو تھوڑی دیر میں خطرہ پیچھے رہ جائے گا اور تم نکل جاؤ گے اور اس سے رہائی پاؤ گے۔ یا خطرہ مجھ سے بھاگ رہا ہے عالم تخیل میں سمجھو اس سے بھی خطرہ رفع ہوجائے گا۔

(۳) کوئی خطرہ آئے تو تم کہو کہ آپ ہم کو پریشان کریں گے تو پھر ہم کو پناہ کہاں ملے گی۔

(۴) ہوں ہوں بول کر سانس کو زور زور سے باہر کی جانب چھوڑو۔

(۵) جب خطرہ آئے تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ اچھا آپ تشریف لائیے؟ آپ لاکھ صورتیں بدل بدل کر آئیں تو کیا میں ضرور آپ کو پہچانتا ہوں۔ اصل وجود آپ ہیں۔

بد کون ہے اور نیک ہے کون　　　تو در ہر شان با کمال

جس رنگ میں آؤ کچھ نہیں ہے پروا　　　اس ناز و ادا سے تم کو پہچانتا ہوں　　　(حسرت)

(۶) اس آیت کے پڑھنے سے بھی خطرات کم ہوتے ہیں اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ یہ آیت نماز میں بھی پڑھی جائے تو نماز خراب نہیں ہوتی۔

(۷) قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ پڑھنا

(۸) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ پڑھ کر اللہ اللہ کا ضرب دل پر لگانا۔

(۹) یاقہار کے پڑھنے سے وساوس جل جاتے ہیں مگر کسی سے اجازت لے کر پڑھنا چاہیے ورنہ اختلاج ہوتا ہے فقیر اس نام پاک کو ایک کروڑ دفعہ سے زیادہ پڑھا ہے۔

(۱۰) یاخلاق۔ یافعال۔ یامصور۔ یاقہار پڑھنا۔

(۱۱) اکثر لکھے پڑھے حضرات کو تخیلات کی بری عادت رہتی ہے۔ اپنی ساری عمر کا اجمالاً، آئندہ دو روز کا اقلاً، تفصیلی نظام العمل دل میں تیار کر لینا چاہیے۔ جب تصفیہ شدہ مسئلہ کا دوبارہ خیال آجائے تو دل میں یہ کہنا چاہیے کہ پہلے اس کا تصفیہ ہو چکا ہے بے فائدہ پھر وہی خیال کیوں آیا؟

(۱۲) جہاں کوئی خیال آئے کہ مجھے یہ چاہیے اور میں اس امر کو اس طرح حاصل کر لوں گا تو فوراً اس کو دعا میں متبدل کرے اور کہے کہ مجھے یہ چاہیے میں اس کو اس طرح حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تو وہ شے مجھے عطا کر۔ اور اس کے حصول میں تو میری رہنمائی کر۔ بس جتنا سوچنا چاہتے ہو۔ سوچا کرو تمہارے تخیلات دعا میں متبدل ہو جائیں گے۔ دعا مخ العبادۃ ہے۔ بھلا شیطان اس کو کیونکر روا رکھے گا۔ فوراً خطرات بند ہو جائیں گے شیطان کا مقصد تو یادِ الٰہی سے روکنا اور تضییع اوقات اور بربادی عمر ہے۔ فوراً جھلا کر چھوڑ دے گا اور دوسری تدبیر سوچے گا۔

(۱۳) مگر سب طریقوں سے بہتر وہ طریقہ ہے کہ جس کی تعلیم خدا نے دی ہے اور وہ استعاذہ ہے۔ استعاذہ دعا ہے اور دعا مخ العبادۃ ہے۔ بندے ہو تو اپنی کسی قوت پر اعتماد نہ کرو لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اپنے مالک کی پناہ میں آجاؤ۔ وہ تم کو بالکل کافی ہے۔ وہی مستجیب الدعوات ہے وہی کافی المہمات ہے۔ اس سے بغاوت، اس کی عدول حکمی کو چھوڑ کر اس کے دامنِ رحمت میں پناہ لو گے تو تم کو کون ستا سکتا ہے؟ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ تم کو کون گمراہ کر سکتا ہے؟ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

چلہ کشی

ابتدائے وحی کے زمانے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم " غارِ حراء " میں تشریف رکھتے اور ایسا توشہ ساتھ لے جاتے جو آٹھ آٹھ دن خراب نہ ہوتا ظاہر ہے کہ آٹھ دن تک خراب نہ ہونے والی چیز گوشت گھی نہیں ہوسکتی اس سے ترکِ حیوانات جلالی و جمالی نکلتا ہے ۔

چلہ کیا ہے ؟ اعتکاف ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں اعتکاف بیٹھتے تھے ۔ حضرت کی بعض بیویاں بھی اعتکاف بیٹھتی تھیں ۔ ہمارے بعض بزرگ لوگ اعتکاف کے ساتھ صومِ مریم بھی رکھتے ہیں یعنی دن بھر بحالت روزہ کسی سے بات نہیں کرتے ۔ ذکریا علیہ السلام بھی اعتکاف بیٹھتے تھے ۔ اور مقبولیت کے واسطے کسی سے بات نہیں کرتے تھے ۔ موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں یہ بھی ہے کہ چالیس راتوں تک موسیٰ علیہ السلام اپنے بعض اصحاب کے ساتھ چلہ بیٹھتے تھے وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً اسی سے اعتکاف کے لئے چلہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔ پھر بعض حضرات ایک ہفتہ ، دو ہفتہ ، تین روز اعتکاف بیٹھتے ہیں اعتکاف ایک دن کا بھی ہوسکتا ہے ۔ اعتکاف کے لئے حنفی مذہب میں روزہ رہنا اور مسجد ہونا ضروری ہے ۔ شوافع کے پاس تو تھوڑی دیر کے لئے بھی اعتکاف ہوسکتا ہے مسجد میں سب جاتے ہیں ۔ گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے اعتکاف کی نیت کرلیں تو اس میں کیا برائی ہے ۔

اعتکاف میں آدمی ہمہ تن عبادت کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کا خیال ایک نقطہ پر قائم ہوجاتا ہے کامل توجہ عبادت کی جان ہے ۔

ہمارے زمانے میں بھی خدا کے خاص بندے دو تین مہینے اعتکاف میں گذارتے ہیں اور صومِ مریم بھی رکھتے ہیں ۔ منتشر خیالات سے اور بغیر دل جمعی کے عبادت کرنے سے کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہوتا ۔ بہرحال فرشتوں سے مشابہت پیدا کرنا ۔ یعنی باتیں نہ کرنا ۔ حیوانی غذاؤں سے پرہیز کرنا خیر و برکت کا باعث ہے ۔

تصوّرِ شیخ

صاحبو! حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، ہند ابن ابی ہالہ کے پاس تشریف لے گئے ان سے پوچھا کہ ماموں ماموں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ کیسا تھا فرمائیے تاکہ آپ کے تصور سے میں وابستہ ہوجاؤں امام کے الفاظ ہیں لا تعلّق بہٖ۔

شیوخِ طریقت کے پاس تصورِ شیخ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ خوب خیال کرو کہ شیر کے تصور سے ہیبت، عورت کے تصور سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ آدمی کو عورت ہی کے تصور سے احتلام ہوتا ہے۔ دیکھو انسانی جسم پر خیال کا کتنا بڑا اثر ہوا۔ مرشد کا تصور آئے گا تو ادب اور دلجمعی کو اور ان اسرار کو جو مرشد میں موجود ہیں لے کر آئے گا۔ اور اس سے عظیم الشان فائدہ ہوگا۔ مرشد عالمِ شہادت کا ہے۔ ناسوت کا ہے اس کو ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ اس کی صورت کا جم جانا آسان ہے۔ تصورِ شیخ سے عالمِ مثال جلد کھلتا ہے۔

بعض حضرات یا علیم یا خبیر یا سمیع یا بصیر پڑھتے ہیں اور بعض یا خلاق یا فعال یا مصور اور بعض قوی مقتدر اور بعض قدیر مقتدر اور بعض اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ اور اپنے خیال میں کسی اہم مقام کو آتے جاتے پڑھتے ہیں۔ آنے جانے کے وقت سیدھے بائیں جو مکانات اور بازارات واقع ہیں ان کی طرف آنکھیں میچ کر التفات کرتے جاتے ہیں۔

بعض نادان تصورِ شیخ کو شرک، کفر، خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ ان نادانوں کو عبادت کے معنی بھی معلوم نہیں۔ عبادت خدا کی ہوتی ہے واجب التعظیم حضرات کی تعظیم ہوتی ہے نہ کہ عبادت۔

بعض لوگ جن کو شیخ کا تصور بہ سہولت نہیں جمتا ان کو جو صورت نظر آئی سمجھتے ہیں کہ شیخ ہی کی صورت ہے یہ شیخ کا انبساط وجود ہے۔ نادانوں کی سمجھ میں آئے نہ آئے ہم کو اپنا کام کرنا چاہئیے

آئین محبت ہے عشاق کی عادت ہے ÷ ہر ایک کی سن لینا اور دل کا کہا کرنا

صاحبو! ایک بات یاد رکھو کہ لفظ کے ساتھ معنیٰ اور معنیٰ کے ساتھ مصداق اور مصداق کے ساتھ خیال آتا ہے دوست کا نام سنو گے تو خوشی کا جذبہ پیدا ہوگا اور دشمن کا نام لیں گے تو غصہ کا جذبہ پیدا ہوگا۔

صاحبو! اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اس کا فرد اعلیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان کا خیال اور ان کی صورت ضرور ذہن میں آئے گی۔ اسی طرح السلام علیک ایھا النبی کہیں تو ضرور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اور صورت ذہن میں آئے گی۔ ایک ظالم گستاخ لکھتا ہے کہ نماز میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا زنا اور چوری کے خیال سے بدتر ہے۔ قبر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دکھائی جاتی ہے اور مسلمان کے لئے نورِ ایمان اشارہ کردیتا ہے یہ تو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگرچہ وہ حلیہ مبارک سنا بھی نہ ہو مگر دل کی تصدیق اور حضرت کی محبت چراغ معرفت اور ہدایت ہوجاتی ہے حضرت کو دنیا میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا ہے اور ابوجہل نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کو کبھی شک نہیں آیا اور ابوجہل کو کبھی یقین نہ آیا ایمان اور دلی محبت بڑی چیز ہے۔ اس سے یقین کا ہونا لازم ہے اللہ ہم کو ایمان اور یقینِ صادق عطا کرے۔ آمین

شیخ کے تصور سے مقصود، خیال کا ایک نقطہ پر قائم ہونا ہے۔ حسب ذیل اذکار سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ یا علیم یا خبیر یا سمیع یا بصیر۔ جب یا علیم پڑھو تو ام الدماغ کی طرف توجہ کرو۔ کیونکہ وہی مرکز علم ہے تاکہ عالم بالا کا علم تمہارے دل میں جاگزیں ہو۔ یا خبیر پڑھو تو اپنے دل کی طرف یا وسط سینہ کی طرف متوجہ ہوتا کہ تم کو ساری دنیا سے باخبری ہوجائے اور یا سمیع پڑھو تو اپنے دونوں کانوں کی طرف توجہ کرو۔ تمہاری سماعت قوی ہوجائے گی اور عالمِ علوی سے کیا بات آتی ہے اسے سنو گے نہ صرف یہ بلکہ تمہاری ظاہری سماعت بھی قوی ہوجائے گی اور جب یا بصیر پڑھو تو آنکھوں پر زور ڈالو اور کھولو تو وہ دیکھو گے جواب تک دیکھتے نہ تھے۔ بے صورت مثالی برقعہ پہن کر تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ لوگوں کے خطرات سے واقف ہوجانا اور دور دور کی چیزیں دیکھنا تو یہ سب تو ادنیٰ درجہ کی باتیں ہیں۔

صدیقی۔ متعلقین کو چاہیئے کہ آنکھیں بند کرکے تصور میں ملک پیٹھ آئیں راستے میں جو جو گھر پڑتے ہیں ان سب کو دیکھتے جائیں اور جس کی قبلہ عالم۔ تک رسائی ہو وہ قاضی پورہ تک جائے اور قدم بوس ہوکر واپس ہوجائے۔ متقی پرہیزگاروں کو چاہیئے کہ مکہ معظمہ کو جائیں اور کعبتہ اللہ شریف کی طرف دو رکعت نماز پڑھ کر واپس ہوجائیں۔ عاشقان محمدی کو چاہیئے اس مصلے پر جہاں حضرتؐ نماز پڑھا کرتے تھے اور جہاں ایک چھوٹی سے کمان ہے۔ یہ تصور کریں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جمال مبارک سے دیکھ رہے ہیں۔ دو رکعت نماز پڑھیں اور نماز کے بعد حضرت پر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر واپس ہوجائیں (مکہ شریف اور مدینہ شریف کے بڑے نقشے ملتے ہیں اس کو بار بار دیکھنے سے اس کام میں مدد ملتی ہے۔

تصور جمانے کے وقت یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک تیز روشنی سرچ لائٹ کے جیسی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں کھینچ رہی ہے اور وہاں سے شیخ کے دل میں جاری ہے۔ شیخ کے دل میں سے میرے دل میں کھینچ رہی ہے اس روشنی کو پوری توجہ سے اپنے دل کی طرف کھینچو ان کو نرے خیالات مت سمجھو یہ باب فتوح ہے ترقی کرتے ہیں تو عجیب و غریب تماشے دکھاتے ہیں بے صورت کی صورت سامنے آجاتی ہے عالم مثال کھل جاتا ہے خیال اور قوی ہوتا ہے تو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں شیخ کی صورت میں ہوں اپنا خیال کرتا ہے تو شیخ کی صورت نظر آتی ہے۔ ظاہر پر بھی اتنا اثر پڑتا ہے کہ مرید کی صورت و شکل میں شیخ کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ بھی اس کے شیخ کی جھلک کو محسوس کرتے ہیں آواز بھی ملتی جلتی ہوجاتی ہے۔

میں کہوں میں تو زباں سے مرے تو ہی نکلے
میں نظر جس پہ کروں تو ہی مرا ہو منظور (حسرت)

آگے سیر ہیں۔ یہ سیر ہے کتنی قسم کی؟ سیر تین طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ سیر للشیخ فی الشیخ ۔ اس میں شیخ کے کمالات سے واقفیت ہوتی ہے۔

۲۔ سیر للنبی فی الشیخ ۔ اس میں کمالاتِ محمدی کا شیخ کے توسط سے پرتو پڑتا ہے۔

۳۔ سیر للہ فی الشیخ ۔ اس میں شیخ کے توسط سے تجلیات الٰہی کا علم ہوتا ہے۔

۔ یہاں بحرالعلوم کے اپنے مریدین مراد ہیں۔ بحرالعلوم کا مکان حیدرآباد کے محلہ ملک پیٹھ میں واقع تھا۔ یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہر شخص مراقبہ کرتے وقت اپنے پیر کا تصور کرے اور اس کی رہائش کے راستہ جائے۔

۔ قبلہ عالم۔ بحرالعلوم کے مرشد کا خطاب تھا جن کی رہائش محلہ قاضی پورہ میں تھی (اکیڈیمی)

سیر فی الشیخ کے واسطے تصور شیخ اگر اتنا قوی ہوگیا ہے کہ شیخ کے صفات ان کے خیالات ایسی قوت کے ساتھ مستولی اور غالب ہوجائیں کہ اپنا خیال باقی نہ رہے تو یہ فنافی الشیخ ہے اور نوبت بایں جا رسید ہ۔

" گر من گویم زمن تو ئی مقصودم "

میں نے تو یہاں تک دیکھا جو لوگ فنافی الشیخ ہوگئے ہیں ان کی جسمانی صورت بھی شیخ سے ملنے لگتی ہے چلتے پھرتے ہیں تو لوگوں کو شیخ کی جھلک معلوم ہوتی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں فنائیت کی حالت میں حضرتؐ کے صفات، صورت، شکل، چلنا پھرنا، آواز سب آجاتے ہیں یہ ہیں فنافی الرسول کے معنیٰ اور آدمی اس وقت فنافی اللہ ہوتا ہے جب خدا کے سوا کسی کا خیال باقی نہ رہے ۔ یہ بے ہوشی کی حالت ہے ۔

گم شدن درگم شدن دینِ من است نیستی در ہست آئینِ من است

اس کے بعد تمام کھوئی ہوئی چیزیں مل جاتی ہیں ۔ اور نسبت الی اللہ سے غفلت نہیں ہوتی جب اور ترقی ہوتی ہے اور شیخ سے گذر جاتا ہے تو سیر للرسول فی الرسول نصیب ہوتی ہے اور آگے بڑھتا ہے تو سیر للہ فی النبی ہوتی ہے نبی کے توسط سے تجلیاتِ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اور یہ بڑے بزرگوں سے متعلق ہے جو اپنے شیوخِ طریقت سے آگے بڑھ جاتے ہیں ۔

اب رہ گیا سیر للہ فی اللہ ۔ من اللہ ۔ الی اللہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے ۔

بعض دفعہ اچھی عینک کی طرح حضور شفاف ہوکر اللہ کو دکھا دیتے ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ میں راست خدائے تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں مگر یاد رکھو ۔

میں یہ عینک لگا کر جس کو چاہوں دیکھ لیتا ہوں
اگر اس آنکھ پر عینک نہ ہو پھر نور ظلمت ہے
نہ اٹھا ہے نہ اٹھے گا کبھی یہ بیچ سے پردا
توائے نورِ خدا بیشک حجابِ روئے وحدت ہے

(حسرت)

توجّہ

شیر جب ہرن کو گھور کر دیکھتا ہے اور زور زور سے دھڑکتا ہے تو ہرن چوکڑی بھول جاتا ہے۔ چوہے کو بلی گھور کر دیکھتی ہے تو چوہا اچھلن کودنا بھول جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں میں بھی ایک حدتک قوتِ ارادی ہے اور انسان تو قوتِ ارادی میں سب سے ممتاز ہے۔ ہر ایک انسان سے اس کے خیالات کا تموج آتا رہتا ہے۔ جو اس تموج میں آجاتا ہے تو وہ متاثر ہوجاتا ہے اپنی قوتِ ارادی کو استعمال کرنے کا نام توجہ، تصرف، ہمت اور القا ہے۔ چاہو تو اسے مسمریزم، وِل پاور کی قوت کا نام دے سکتے ہو۔ زبردست قوت ارادی والے کے پاس اور اس کے دائرہ اثر میں جو شخص آجاتا ہے وہ اپنے خیالات کو چھوڑ کر زبردست قوت والے کے زیر اثر ہوجاتا ہے۔ ایک کنکر پانی میں ڈالنے سے ایک دائرہ پیدا ہوتا ہے اور ایک بڑا پتھر پانی پر پھینکو بڑا دائرہ پیدا ہوگا اور کنکر کا دائرہ پتھر کے دائرہ میں مضمحل ہوجائے گا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند   صحبتِ طالح ترا طالح کند

قوت ارادی کو ترقی دینے کے لئے ضرور ہے کہ اپنے خطرات کو روک کر ایک نقطہ پر خیال کو قائم کردیں قوتِ ارادی کا استعمال کرنا کچھ نیکوں سے خاص نہیں۔ برے بھی برائی کا القا کرتے ہیں نیک و بد کا مقابلہ ہوتا ہے تو یقین یقین سے لڑتا ہے۔ جس کا یقین قوی ہوتا ہے وہ موثر، اور ضعیف متاثر، بعض لوگ پانی سے بھرے ہوئے کٹورے پر گلاب کا ایک پھول ڈالتے ہیں اور جمع ہمت سے کوشش کرتے ہیں کہ وہ پھول چکر کھائے چند روز کی کوشش کے بعد وہ پھول بسہولت چکر کھانے لگتا ہے۔

یہ ہم نے ابھی بیان کیا کہ القا اور توجہ نیک و بد دونوں کرتے ہیں مگر نیک ارواحِ طیبہ سے اور اسمائے الٰہی سے اور آیاتِ قرآن سے مدد لیتے ہیں اور پھر اس کا اثر دوسروں پر ڈالتے ہیں۔ کسی عالی ہمت کا کسی دعا یا اسمِ الٰہی کو دوسرے کو دینا یا بخش دینا یا اس کی اجازت دینا اثر پیدا کرتا ہے ایک نام کو خالی پڑھنا اور ہے اور اجازت سے پڑھنا اور۔

ایک صاحب نے مجھے چند خاص کلمات کو پڑھنے کی اجازت دی اور کہا یہ کلمات پڑھ کر کانچ پر پھونکو اور چباؤ میں نے بھی چبایا اور دوسروں کو بھی دیا مگر کسی کو اس سے نقصان نہ ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگایا اور دعا کی کہ خدایا اس کو قرآن شریف کی تعلیم عطا کر وہ پہلے مفسر اور تمام تفسیر قرآن کرنے والوں کے سردار بن گئے۔

حضرت ابوہریرہ احادیث سنتے اور وہ ان کو یاد نہ رہتے۔ حضرت نے فرمایا اپنا رومال بچھاؤ اور اس پر آپ نے اپنی توجہ شریف ڈالی۔ ابوہریرہ نے اس کپڑے کو اپنے سینے سے لگایا ان کا حافظہ قوی ہوگیا اور احادیث ان کو یاد رہنے لگے۔

بعض صاحب لوگ کسی کو بخار ہو یا آسیب ہو تو کہہ دیتے ہیں۔ بخار کو جاؤ بولو۔ یا شیطان کو کہہ دو کہ " نہ ستائے اور چلا جائے " جو خدا کے بندے ہیں شیطان اور آسیب زدہ ان کو آنکھ کھول کر دیکھ بھی نہیں سکتا۔

قوتِ خیال جس کی قوی ہوتی ہے تو ناسوت اور اہل دنیا اس کو نظر آجاتے ہیں اور متعدد مقامات میں بھی دوسروں کو وہ نظر آجاتے ہیں۔ لوگوں کو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور بڑے بڑے تصرفات کرتے ہیں۔

برادرم برنی صاحب کی روایت ہے کہ ایک امریکن مسمریزم کرنے والا میرٹھ آیا اس کی قوت خیالی اتنی قوی تھی کہ جس جگہ کہا جائے ریل گاڑی کو روک لیا تھا لوگ حبداللہ شاہ صاحب قادری ایک بزرگ کے پاس پہنچے کہ حضرت آپ بھی اپنا کمال بتایئے۔ مسلمانوں کے خیالات اپنی کمزوری کی وجہ سے خراب ہورہے ہیں شاہ صاحب آکر ایک جگہ بیٹھ گئے اور اس کو ریل روکنے کے لئے ایک جگہ مقرر فرمائی وہ لاکھ زور لگاتا رہا مگر نہ رکی۔ الٹے اس کی ساری قوت سلب ہوگئی شاہ صاحب نے وعدہ لیا کہ آئندہ وہ مسلمانوں سے مقابلہ نہ کرے اور سلب شدہ قوت واپس کردی۔

توجہ اور قوتِ ارادی کو بزرگ لوگ بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور ہپناٹیزم والے بھی۔ ہپناٹیزم والے اپنی توجہ اور اٹینشن Attention سے دوسروں کو بے ہوش کردیتے ہیں اور اپنا معمول بنالیتے ہیں۔ یعنی خود عامل ہوتے ہیں اور دوسرا معمول اس حالت میں معمول کو عام مثال

سے ایک قسم کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے اس سے پوچھتے ہیں فلاں کہاں ہے اور کیا کررہا ہے ؟ معمول جواب دیتا ہے ۔ طاقتور اور قوی قوتِ ارادی رکھنے والے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ قوی الارادہ شخص ضعیف الاعتقاد شخص پر خوب اثر کرتا ہے اور اس کے خیالات کو تابع بنالیتا ہے ۔ ایسے شخص کی قوتِ ارادی بالکل شخصی ہے اور اس کے نفس میں سے اٹھی ہے ۔ بزرگانِ دین اپنے مرشد سے ، علیٰ ہذا القیاس آخر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپؐ جل جلالہ سے لیتے ہیں ۔

ملی ہے عرش کی زنجیر سے زنجیر میخانہ (حسرت)

ان کا مقصد نہ حکومت ہے ، نہ پیسہ ٹکا حاصل کرنا ۔ جیسا کہ ہپناٹیزم والے کرتے ہیں بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ میرا مرید اچھا ہوجائے ۔ اس کے خیالات پاکیزہ ہوجائیں ان کی ساری محنت للہ ہوتی ہے ۔ یہ سب لوگ توجہ ، ہمت اور ذاتی ارادہ رکھنے والے ہیں ان کے سوائے دوسرے اور لوگ بھی ہیں جو کسی پر خاص توجہ نہیں کرتے ۔

مجھو : ایک انگیٹھی عشق و محبت کی سلگی ہوئی ہے اس کے ارد گرد جتنے لوگ ہیں سب کو گرمی پہنچ رہی ہے ۔ یا ایک مشعل ہے جس سے سب کو روشنی حاصل ہورہی ہے ۔ یہ لوگ تموج والے ہیں ۔ ویبریشن (Vibration) والے ہیں ۔ یہ صحبت صالح ترا صالح کند کے مصداق ہیں استاد کے خیالات شاگرد کے خیالات کو فنا کردیتے ہیں ۔ ایک شخص نے ایک کنکری کو پانی میں ڈالا اس سے ایک حلقہ پیدا ہوا اسی وقت دوسرے نے ایک بڑے پتھر کا گولہ پانی میں پھینکا ۔ کیا ہوگا ؟ کنکر کے تموج کا دائرہ فنا ہوجائے گا اور گولے کے تموج کے دائرے میں مدغم ہوجائے گا ۔ یعنی مرید فنافی الشیخ ہوجائے گا ۔

یہ سب باتیں مشائخوں کی نکالی ہوئی ہیں ؟ یا اختراعات ہیں ؟ بدعت آتی ہے وہابیوں کے پاس ۔ بزرگوں کے جتنے کام ہیں سب نسبت سے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اپنے سینے سے لگا کر زور سے دبایا ۔ حضرت عمرؓ کانپنے لگے کفر اسلام سے بدل گیا ۔ ایک صاحب کے دل میں وساوس بہت آتے تھے آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا وہ پسینہ پسینہ ہوگئے اور ان کے تمام خطرات کافور ہوگئے ایک صاحب کا حافظہ اچھا نہیں تھا فرمایا دامن پھیلاؤ اور دونوں دست ہائے مبارک سے کچھ دینے کا اشارہ فرمایا انھوں نے اپنے دامن کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا اور

حافظہ درست ہوگیا ۔ احادیث یاد رہنے لگے ۔ سب سے زیادہ حدیث کی روایت کرنے والے بن گئے ۔

لوگ عرض کرتے آپؐ کی صحبت میں جب تک بیٹھتے ہیں ۔ ادھر ادھر کا کوئی خیال نہیں آتا جب اپنے گھر جاتے ہیں تو وہی روز اول فرمایا اگر یہ حالت دائمی ہوجائے تو فرشتے آکر تم سے مصافحہ کریں ۔ یہ تموج کی مثال ہے یہ وہبریشن (Vibration) ہے ۔ یہاں دینے دلانے کی بحث نہیں ہے یہاں بے مانگے ملتا ہے ۔

تم کسی اچھے کے پاس بیٹھوگے تو تم بھی اچھے ہوجاؤ گے برے کے پاس بیٹھوگے تو اس کی برائی کے تموج سے تم بھی خراب ہوجاؤ گے " صحبت طالع ترا طالع کند " یہ من الجنۃ والناس میں کے الناس ہیں ۔ شیطان سے بچنے سے زیادہ ان سے بچنے کی اہمیت ہے ۔ بعض کا مقولہ ہے النساءُ حبائلُ الشیطان جب اپنی نہیں چلتی تو اپنی رسی پھینکتا ہے اور اس سے باندھ کر کھینچ لیتا ہے ۔

ہمت ، توجہ ، اٹینشن (Attention) کس طرح سے پیدا کی جاسکتی ہے ؟ اور اس کو قوت کیسے پہنچائی جاسکتی ہے ؟ بڑے بزرگ تو مرشد کی طرف توجہ کرنے کو منع الخیر کہتے ہیں ۔ اس میں اصل اصول ایک نقطہ پر جم جانا ہے ۔ بعض کیا کرتے ہیں ، کاغذ پر ایک دائرہ کھینچتے ہیں اور اس پر ایک چھوٹا سا سیاہ دائرہ بنادیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ سیاہ دائرہ کو بغیر پلک مارے کے گھور کر دیکھیں ۔ چند روز میں خیال ایک نقطہ پر قائم ہوجاتا ہے ۔ حاضرات کا عمل اس سے کھلتا ہے بعض لوگ ایک کٹورے کو پانی سے بھرتے ہیں اور اس پر ایک گلاب کے پھول کو رکھتے ہیں اور اپنے دل کی قوت کو اس پھول کے گردش کرنے پر لگاتے ہیں ۔ چند روز میں پھول ان کے ارادے کے ساتھ گردش کرنے لگتا ہے ۔ بعض لوگ ہاتھ میں ایک انگشتری پہنتے ہیں نگینہ پر ایک سیاہ ٹیکہ قائم کرتے ہیں ۔ اس کو طلسمی انگوٹھی کہتے ہیں ۔

محبو ، دوستو !

دیکھا تم نے کیا دیکھا — اس کی کتنی وقعت ہے
کھیل تماشہ لاحاصل — مقصد اصل حقیقت ہے — (حسرت)

کب تک دنیا اور اس کے فوائد حاصل کرنے کی کوشش ؟ تم کو خدا سے کچھ انس بھی ہے ؟ کچھ محبت بھی ہے ؟ کبھی تم نے ہمہ تن متوجہ ہو کر خدا کو یاد بھی کیا ؟ اس کا ذکر بھی کیا ؟ جب تک پانی بہتا رہتا ہے اس میں کسی کی صورت نظر نہیں آتی ۔ پانی ٹھہرے گا تو تمہاری بھی صورت نظر آئے گی اور تمہارے دوست کی بھی ۔ جس کا دل و دماغ پراگندہ ہو ، مختلف خواہشات میں پھنسا ہوا ہو ، اس کو محبوب کی صورت کس طرح دکھے گی ۔ یاد رکھو خوب سمجھو جب بے قرار پارہ قائم القرار ہو جاتا ہے تو چاندی ہو جاتا ہے اس کو رنگنے والا رنگ دیتا ہے تو سونا ہو جاتا ہے ۔ تم بھی سونا بنو ، چاندی بنو یہ بھی نہ ہو سکے اور پارہ ہی رہو تو کسی کانچ کے شیشے کو پلٹو ۔ آئینہ بن جاؤ گے خود کو بھی دیکھو گے دوسروں کو بھی دکھاؤ گے ۔

غناء

سمجھا اور امور کے غنا شعر گوئی اور قوالی یہ ایسے امور ہیں جو دل میں عشق و محبت کی آگ لگاتے ہیں، جذبات کو ابھارتے ہیں، گھٹے ہوئے جذبات کو باہر لاتے ہیں۔ خیالات کو ایک نقطہ پر قائم کرتے ہیں اس لئے ہم غنا پر تھوڑی سی روشنی ڈالیں گے۔ تاکہ اس کی اہمیت اور اس کی ضرورت طالبِ حق کیلئے واضح ہو جائے۔

واضح ہو کہ اسلام کسی فطری جذبہ کو معدوم نہیں کرتا بلکہ اس کی اصلاح کرتا ہے اس کو اعتدال پر لاتا ہے۔ گانا یا شعر پڑھنا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ گانے وغیرہ کے متعلق چند چیزیں دریافت کرکے کوئی صحیح حکم لگایا جا سکتا ہے۔

اولاً یہ دیکھا جائے کہ شعر کا مطلب کیا ہے؟ اس سے کیا غرض متعلق ہے؟ اشعار کا گانے والا کون ہے اور سننے والا کون؟ ظاہر بات ہے کہ اشعار میں اگر کفریات ہیں تو ناجائز ہیں۔ اس میں شعر کی کیا خصوصیت ہے؟ کفریات اگر نثر میں کہیں تو بھی ناجائز ہے۔

گانے والی اگر کسی، بد چلن عورت ہے تو اس کا گانا بھی جائز نہیں اور سننا بھی جائز نہیں۔ بے تحقیق کوئی حکم لگا دینا اہل علم کے شایانِ شان نہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر شخص کی جمعیت ایک سی نہیں ہوتی۔ کسی کو گانا سننا پسند ہے کسی کو نہیں۔ خود ایک شخص کی ہمیشہ ایک حالت نہیں رہتی۔ ہمارے پاس تو جس چیز سے خدا کی یاد پیدا ہو یا ترقی کرے تو وہ چیز اچھی ہے اور جس چیز سے غفلت پیدا ہو تو اس کا سننا اچھا ہے نہ کہنا اچھا۔

ساربان جب کوئی حدی پڑھتا ہے تو اونٹ جوش میں آکر تیز چلتا ہے ایک دفعہ ایک اچھے حدی پڑھنے والے نے حدی سنائی قافلے کے اونٹ تیز چلنے لگے اور اس میں بیٹھی عورتوں کو تکلیف ہونے لگی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفقا بالقواریر یعنی ان شیشوں یعنی عورتوں پر نرمی کرو۔ سانپ جو آدمیوں کا دشمن ہے اور آدمی اس کے دشمن۔ اس کے سامنے نے نوازی ہوتی ہے تو سوراخ سے باہر نکل آتا ہے اور کھڑا ہو کر جھومنے لگتا ہے کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی

کہ موسیقی انسان کی طبعی چیز ہے؟ ممکن ہے کہ بعض کو اچھی آواز، اچھی طرز سے تکلیف پہنچتی ہو۔ ایسے لوگ چند ہوں گے ان کے لئے احکام مرتب نہیں ہوسکتے۔

گانا اور موسیقی کیا چیز ہے؟ شعر کو کسی اچھے طریقے سے پڑھنا۔ جہاں پڑھنے میں تناسب پیدا ہوا لحن اور راگنی پیدا ہوگئی۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر آیا آپ نے فرمایا وہ کلام ہے اچھا کلام اچھا کلام ہے برا کلام برا ہے (اس حدیث کو دار قطنی اور امام شافعی نے راویت کی ہے)

دیکھو! جہاں حرام کو حلال کہنا برا ہے وہاں حلال کو حرام کہنا بھی برا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی تشریع ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔ یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم مسلمانو! جن اچھی چیزوں کو خدا نے حلال کیا ہے تم ان کو حرام نہ کرو۔ (مائدہ۔ ۸۷) ایک دوسری جگہ ہے فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ تم میرے بندوں کو بشارت دو جو بات سنتے ہیں اور اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔

براء بن عازب سے راویت ہے اور انہوں نے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنوا القران باصواتکم فان الصوت الحسنۃ یزید القرآن حسنا یعنی قرآن میں اپنی آواز سے حسن پیدا کرو کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو ترقی دیتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں منبر پر بٹھاتے وہ منبر پر کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے اور آپ کی طرف سے کافروں سے دشمنان رسول سے مدافعت کرتے حضرت فرماتے جب تک حسان رسول کی طرف سے مدافعت اور فخر کرتا رہے گا روح القدوس اس کی تائید کرے گا (بخاری)

محمد بن حاطب جمحی سے مروی ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راویت کرتے ہیں۔

حلال اور حرام میں یہی فرق ہے کہ نکاح میں گانا بجانا ہوتا ہے (احمد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

"ہاں اپنا کام کرو میں یہودیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے دین میں بڑی کشادگی ہے میں مضبوط اور آسان دین دے کر بھیجا گیا ہوں" اس حدیث کو دیکھی حضرت عائشہ سے راویت

کرتے ہیں ۔

اچھا یہ تو بتاؤ گانے اور قوالی کا کیا حکم ہے ؟ بعض متقشف ،کٹر خشک مولوی کہتے ہیں کہ حرام ہے ۔ فقہ کی کتابوں میں حرام کی کیا تعریف کی گئی ہے ؟ جس کی مخالفت دلیلِ قطعی سے ثابت ہو ۔ کرنے والا گنہگار اور جو نہ سمجھنے والا کافر ۔ دلیلِ قطعی کیا ہے ۔ جو قرآن یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہو ۔

غنا یعنی گانا صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے ثابت ہے حضرت عمر نے سنا ابن عبدالبر کی روایت میں ہے ۔ حضرت عثمان نے سنا اس کو ماوردی نے نقل کیا ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سنا اس کو بیہقی ۔ ابن ماجہ اور سعید بن منصور ۔ واحدی نے روایت کیا ۔ ابوعبیدہؓ یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں ، حضرت بلال ، عبداللہ بن ارقم اور اسامہ بن زید نے سنا ۔ بیہقی نے اس کی روایت کی ۔ حضرت حمزہ نے سنا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے ابن عمر نے سنا ۔ اس کو ابن طاہر نے روایت کیا ۔ براء نے سنا ، ابونعیم نے راویت کی ۔ دوسرے بہت سے صحابہ اور تابعین نے سنا اور حدیث کی ساری کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں ۔ نیل الاوطار للشوکانی میں ہے ملتقی الابحر میں ہے کہ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جن کا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا ایک دعوت ولیمہ میں بلائے گئے ۔ وہاں ۔ لھو ۔ گانا بجانا تھا آپ نے سن کر صبر کیا ۔ خیر ہم ہرگز ایسی جرات نہیں کرسکتے کہ صحابہ اور تابعین کو مرتکب کبیرہ اور اس کو جائز سمجھنے والوں کو کافر سمجھیں نعوذ باللہ منہا اپنی اپنی طبیعت ہے ۔

بعض نقشبندی کہہ دیتے ہیں کہ نقشبندیہ طریقہ میں قوالی سننا حرام ہے ۔ حالانکہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔ " نہ ایں کاری کنم نہ انکاری کنم " یہ کام میں نہیں کرتا اور کرنے والے پر انکار بھی نہیں کرتا ۔

قادریہ طریقہ میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں بعض سماع کے قائل ہیں اور بعض اس کے مخالف ۔ چشتیوں کے پاس سماع کی بڑی اہمیت ہے تفصیلات کے لئے رسالہ سماع ملاحظہ ہو ۔

لطائف

لطائفِ ستہ کیا ہیں ؟ اور ان کے آثار کیا ؟ ۔ قلب ۔ نفس ۔ روح ۔ سر ۔ خفی ۔ اخفیٰ ۔ انسان کو علم اور ارادہ ام الدماغ یعنی وسط سر سے پہنچتا ہے اور وہاں سے تمام اعضاء میں پھیلتا ہے ۔ اس مقام کا نام اخفیٰ ہے انما انا قاسم واللّٰہ یعطی کے تحت قدم ہے ۔ قاسم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام پیغمبروں کو پہنچتا ہے ۔ یہ اجمال قبلِ تفصیل ہے ۔ جس کی تفصیل یہ ہے قلب سے قوتِ غضبی متعلق ہے ۔ غیرتِ الٰہی کا مرکز ہے یہ آدم علیہ السلام اور بقول بعض یہ نوح علیہ السلام کے زیر قدم ہے ۔ نو سو (۹۰۰) برس تک تبلیغ کی کسی نے ان کی بات نہ مانی انھوں نے دعا کی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (نوح ۔ ۲۶) " زمین پر کسی بسنے والے کو نہ رکھ سب کو غرق عذاب کردے " اس پر لا الہ الا اللّٰہ کا ضرب دینے سے غیرت الٰہی اور بغض للہ جوش کرتا ہے ۔ جگر ۔ کبد ۔ کلیجہ یہ قوت شہوی کا مرکز ہے یہیں سے غذا لطیف ہوکر دل کو پہنچتی ہے اور پمپ ہوکر تمام جسم کو پہنچتی ہے یہ ابراہیم علیہ السلام کے تحت قدم ہے تمام خواہشات نفسانی کو فنا کرکے ہر کام پر " جی درست " کہنا ان کا کام ہے ۔ آگ میں گرنے تیار ، بیٹے اور بیوی کو لق و دق میدان میں چھوڑنے کو تیار ۔ چھری سے بیٹے کا گلا کاٹنے کو حاضر ۔ فنائے افعال ، فنائے صفات سب کو خدا کے سپرد کردینا ابراہیم علیہ السلام کا کام ہے ۔ اس کا نام ہے لطیفہ روح ۔

دماغ کے ابتدائی حصہ میں اللہ نے یہ قوت ودیعت کی ہے کہ طالبِ دیدار ہو ۔ آنکھیں کھولتے ہیں اور محبوب کی صورت نظر نہیں آتی تو تڑپ جاتے ہیں ، بے قرار ہوتے ہیں ، چیخ اٹھتے ہیں " رب ارنی انظر الیک مجھے " یہ کس کا مقام ہے موسیٰ علیہ السلام کا اور یہ مقدم دماغ اور لطیفہ سر ہے ۔ محبوب فرماتا ہے لن ترانی ضد کرتے ہیں ، اصرار کرتے ہیں محبوب فرماتا ہے ۔ ذرا اپنے انانیت کے پہاڑ کو دیکھو اگر وہ تاب لائے تو میرے دیدار سے مشرف ہوسکتے ہو ۔ انانیت کے پہاڑ پر تجلی ہوتی ہے اور موسیٰ چیخ مار کر گر جاتے ہیں ۔ یہ تجلی کیا ہے ؟ ایک بجلی ہے کہ گری حسرت

دل کو اک صاعقہ وجد کرے خاکِ سیاہ
اور اسی خاک سے مواج ہو عین الکافور

اس کے بعد شش ہے ۔ صبح سے شام تک چلتا رہتا ہے ۔ فاسد کو پھینکتا ہے اور اچھے کو کھینچتا ہے ۔ اللہ کے سوا کسی کو باقی نہیں رکھتا ۔ یہ کس کا مقام ہے ؟ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ۔ چونکہ سب کو فنا کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی کو باقی نہیں رکھتے تجلی ذاتی کا مرکز بن جاتے ہیں ۔ ان کے نادان متبعین ان ہی کو خدا سمجھنے لگتے ہیں اس لطیفہ کو خفی کہتے ہیں ۔

اب اس کے اوپر کیا ہے ؟ وہی اخفیٰ اس سے ابتداء ہوئی اسی پر انتہاء ہے

ابھی ہم نے بیان کیا انما انا قاسم واللّٰہ یعطی ۔ یہ قاسم کون ہیں ؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اللہ کا حق اللہ کو دینا بندے کا حق بندے کو دینا ان ہی کا کام ہے ۔ کج دار و مریز ۔ جلنا بھی ان ہی کا خاصہ ۔ دست بہ کار و دل بہ یار ان ہی کا شیوہ ہے ۔ بچھو کو اس کا حق دیتے ہیں اور کاٹتا ہے تو فرماتے ہیں " ارے ! نمازی اور بے نمازی کو بھی تمیز نہیں کرتا " ۔ پتھر کو اس کا حق دیتے ہیں اور دندان مبارک شہید ہوتے ہیں ۔ دشمنوں سے لڑنے کے وقت لڑتے ہیں ۔ بیوی کے ساتھ دوڑنے کے وقت دوڑتے بھی ہیں " کیوں جب تم بڑھ گئی تھیں اب میں بڑھ گیا " ایک ایسا بھی وقت آتا ہے اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں ۔ وہ ہیں اور خدا ہے ۔ سامنے بیوی آتی ہیں تو پوچھتے ہیں " من " بیوی عرض کرتی ہیں " عائشة " پھر فرماتے ہیں " من عائشة " بیوی عرض کرتی ہیں " بنت الصدیق " فرماتے ہیں " من صدیق " عرض کرتی ہیں " صدیق محمد " پھر فرماتے ہیں " من محمد " بیوی وہاں سے فوراً چلی جاتی ہیں ۔ لی مَعَ اللّٰهِ وقتٌ لا یَسَعُنی فیه ملکٌ مقرّبٌ ولا نبیٌّ مرسَل ۔ سمجھے ؟ نبی مرسل کے معنیٰ کیا ہیں ؟ یعنی اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی گنجائش نہیں ۔

اب رہ گیا ایک معدہ ۔ یہ ہے ایک باورچن ۔ باورچن اگر اچھی نہ ہو اور کھانا خراب پکائے تو نہ جگر درست نہ شش درست ، نہ دل درست نہ دماغ درست سارا جسم تباہ ۔ حلال کا کھاؤ اور وہ بھی کم کھاؤ جب تک پیٹ بھرا ہوا ہے اس میں کوئی اور چیز نہیں آسکتی ۔ اس کو خالی رکھو گے تو محبوب کی محبت سے بھر جائے گا ۔ اس کو درست کرو تو تمہاری سب چیزیں درست ہوں گی خالی پیٹ سے اللہ کی یاد کروگے تو اللہ ملے گا ۔ اس وقت اس کو لطیفہ نفس کہتے ہیں ۔

حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی کے قول کے مطابق قلب پستانِ چپ کے دو انگشت نیچے ہے قلب کا نور زرد رنگ کا ہے ۔ آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے جس کا دل ذاکر ہے اس کو " آدمی

المشرب" کہتے ہیں۔ روح پستانِ راست کے دوانگشت نیچے تحتِ قدم ابراہیم علیہ السلام۔ رنگ نور سرخ ہے۔ سِر قلب سے دوانگشت اوپر مائل بجانب وسط تحت قدم موسیٰ علیہ السلام رنگ نور سفید۔ خفی روح سے دوانگشت اوپر مائل بجانب وسط تحت قدم عیسیٰ علیہ السلام رنگ نور سیاہ۔ اخفیٰ اوسط سر تحتِ قدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم رنگ نور سبز۔ نفس ان سب لطائف کے مجموعے کا نام ہے

حضرت سید آدم بنوری کے قول کے مطابق قلب تو دل ہے اس کے نور کا رنگ سرخ ہے۔ روح جس کا محل جگر ہے جانب راست ہے نور کا رنگ سفید ہے۔ نفس اس کا مقام ناف ہے رنگ نور خاکستر گوں ہے۔ خفی کا مقام پیشانی ہے رنگ نور سیاہ ہے۔ سر کا مقام شش ہے پھیپھڑا جو وسط سینہ سے ذرا بلند ہے رنگ نور سبز ہے۔ اخفیٰ وسط سر ام الدماغ رنگ نور بے رنگ ہے۔ بعض قادری لوگ بھی انھیں لطائف پر ضرب دیتے ہیں۔

بعض حکماء کے پاس قلب اصل ہے نطفہ پر پہلا نقطہ قلب کا پڑتا ہے پھر اسی کی مدد سے جگر اور دماغ تیار ہوجاتے ہیں۔ سب سے پہلے حرکت دل کرتا ہے اور سب کے آخر میں دل کی حرکت بند ہوتی ہے اس قسم کے حضرات کے پاس جو ہے، دل ہے۔ ذکر شغل سب دل سے متعلق ہیں۔ ذکر میں ضرب لگاتے ہیں تو دل پر اکثر قادریہ طریقہ کے لوگ اپنی ساری توجہ ارادہ اور خیال پر رکھتے ہیں۔ فوجداری کا حاکم جرم کے اسباب وعلل پر غور کرے گا جب اسے معلوم ہوجائے گا کہ اس نے بالارادہ یہ جرم کیا ہے تو سزا دے گا۔ اصل یہ ہے، ارادہ کے بعد سے انسان مختار سمجھا جاتا ہے۔ جس کو ارادہ نہیں، اختیار نہیں۔ ارادے سے پہلے کے جو اسباب ہیں۔ چونکہ انسانی اختیار کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ اس واسطے اس میں مختار بھی نہیں ان فقیروں کی زد ہے تو ارادہ پر ہے اس واسطے وہ تاکید کرتے ہیں کے بے ارادہ رہو۔

بعض حکماء کے پاس نطفہ پر تین نقطہ پڑتے ہیں۔ ایک قلب کا، دوسرا جگر کا، تیسرا دماغ کا۔ حجۃ الاسلام امام غزالی کے قول کا ماحصل یہ ہے- دل یعنی قلب سے قوتِ غضبی متعلق ہے اور جگر سے قوتِ شہوی اور دماغ سے قوتِ عقلی۔ قلب سے متعلق نفس سبوعی۔ لطیفہ، نفس سے متعلق نفس بہیمی اور دماغ سے متعلق نفسِ ملکی۔ بس ان کے پاس یہ تین لطیفے ظاہر ہیں قلب، نفس اور دماغ جن کو یہ قلب، نفس اور روح کہتے ہیں۔ ذکر اور شغل کرنے کے بعد یہ تینوں قوتیں احکام

شرعی کے مطابق ہوجاتی ہیں اور پھر یہی تین قوتیں، سر، خفی اور اخفیٰ کہلاتی ہیں۔ پہلے قوتِ غضبی فنا ہوتی ہے، پھر قوتِ شہوی، پھر قوتِ عقلی۔ یہ تینوں قوتیں فنا ہوجائیں تو رہا کیا؟ جو رہنے والا ہے رہے گا۔ جو نہیں رہنے والا ہے نہیں رہے گا۔ یعنی باقی، باقی رہے گا اور فانی فنا ہوجائے گا۔

حضرت مولانا جامی اور حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے خیال کے مطابق اگر خواہشاتِ نفسانی غالب ہیں تو یہ نفس ہے اگر کبھی نفسانی خواہشات رہیں اور کبھی نہ رہیں تو وہ قلب ہے اگر اچھے کا غلبہ ہے تو وہ روح ہے۔ اگر خواہشات کو بھی چھوڑ کر ذاتِ حق کی طرف متوجہ ہوجائے تو یہ سر ہے۔ اگر اپنی طرف سے منہ موڑ کر سر مذکور کا خیال رہے تو یہ خفی ہے۔ اگر درمیان سے ذکر ہی اٹھ جائے نہ ذاکر کا خیال نہ مذکور کا خیال تو یہ اخفیٰ ہے۔ لطائف کی اصلاح کا نتیجہ کیا ہوگا؟

میں کہوں میں تو زباں سے مری تو ہی نکلے
میں نظر جس پہ کروں تو ہی مرا ہو منظور
میری ہر سانس سے جاری نفسِ رحمانی
میرا ہر لفظ بنے شرحِ کتابِ مسطور

(حضرت صدیقی)

ذکر

شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَاوَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ۔ (شوریٰ ۔ ۱۳)

آیت بالا سے مراد شریعت ہے ۔ شریعت کیا ہے ؟ احکامِ الٰہی ۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط ۔ طریق ، راستے کو کہتے ہیں ۔ لہٰذا طریقت کیا ہے ؟ راہِ خدا پر چلنا ان اللّٰہ ھو الحق المبین (نور ۲۵) حق وہ ہے جو بالذات ہے الا کل شئی ماخلا اللّٰہ باطل خدا کے سوائے جو کچھ ہے باطل ہے ، بے بود ہے ۔ پس حقیقت کیا ہے ؟ خدا کی ذات و صفات کو سمجھنا اور یہی معرفت ہے اور رات دن اس کی دھن میں رہنا یہ محویت ہے اس کے مقابل صحو ہے ۔ رات دن اس کی یاد ہے ۔ یاد میں دل شاد ہے ۔

نادان اپنی عمر برباد کرتے ہیں ۔ نہ ذکر نہ فکر ۔ جو ہوشیار ہوتے ہیں وہ ہر طرح خبردار رہتے ہیں ۔ ان کا کیا حال ہے ؟ وہ کیا کرتے ہیں ؟ سطور ذیل میں بیان کیا جائے گا ۔

صاحبو ! ہرزہ دوائی یا وہ سرائی ، بے فائدہ خیالات آفات ہیں ۔ عمر عزیز ضائع ہوتی ہے ۔ ذکر و شغل کی کب باری ہے ۔ اس بیماری میں ذلت و خواری ہے ۔ میرے پاس واہی تباہی خیال ایک بڑا جنجال ہے ۔ دل و دماغ کی حفاظت نہ کرنا سخت مصیبت ہے ۔

محبو ! دوستو ! آدھی عمر تو سوتے میں گذر گئی اور گزر رہی ہے ۔ لڑکپن کھیل کود میں گزر جاتا ہے ۔ جوانی دیوانی ہے ۔ مستانی ہے حسن پرستی ہے ۔ شیخوخت اور بڑھاپے میں کاہلی اور سستی ہے طاقت تخت ہوتی ہے بوڑھاپا خود ایک بیماری ہے جس میں انسان بیچارہ اور ناکارہ ہوجاتا ہے کنت فی الصبا ساھیا لا ھیا فی الشباب مرحا فرحا و فی الکبر ضعیفا نحیفا الک عمر ثان لتعبد الرحمٰن ۔ در کودکی پستی و در جوانی مستی و در بزرگی بیچارگی سستی ۔ پس اے مردِ خدا کے خدارا پرستی ۔

غور کرو خدا نے دو کان دئے ہیں ایک زبان دی ہے ۔ دو باتیں سنو تو ایک بات کہو ۔ جس کا خرچ آمد سے زیادہ ہو وہ ایک دن مفلس ہوگا ۔ جو سانس گیا وہ پھر نہ آیا نقدِ حیات تھوڑے ہو ۔

ہر انسان کو تقدیر سے معین سانس ملتے ہیں جب اس کی تعداد پوری ہوتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ موت! موت! موت! اسی لئے بزرگ لوگ حبس دم کرتے ہیں۔ یادِ الٰہی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ایک ایک سانس میں ہزار پانچسو بار اللہ کا نام لیتے ہیں۔ ان کی عمریں دراز ہوتی ہیں۔ ان کا جینا چیز ہوتا ہے۔ لطف انگیز ہوتا ہے۔ تم اپنی زندگی کا ایک نظام العمل اور پروگرام بناؤ۔ کیا کیا سوچنا ہے ایک بار سوچ لو۔ ہر کام کو اس کے وقت پر کرو۔ ایک خیال کو دوبارہ آنے نہ دو جب دوبارہ خیال آئے کہہ دو۔ قد فرغنا عن ذالک جب اس کا وقت آئے گا تو اس کو بھی کریں گے۔ بزرگانِ دین وقتِ عزیز کو ضائع ہونے نہیں دیتے، بے فائدہ بات یا کام کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کے تجربوں سے معلوم ہوا ہے کہ انسان رات دن میں ۲۴ ہزار بار سانس لیتا ہے۔ ایک ایک سانس میں کئی کئی بار اللہ کا نام لیتے ہیں لآ الہ الا اللہ اور بعض اللہ اللہ آتے جاتے سانس میں پڑھتے ہیں ان کا کوئی سانس بے ذکر الٰہی نہیں رہتا اس کو پاس انفاس کہتے ہیں۔ قادریہ طریقہ میں توجہات شریف کے ساتھ اسماء الٰہی کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ زکوٰۃ کیا ہے؟ ایک لاکھ دفعہ اللہ کا نام لینا۔ ہر وقت کی الگ دعائیں ہیں۔ ہر ہفتے کی جدا ادعیہ ہیں۔ اس کو اسبوع شریف کہتے ہیں۔ ہر نماز کے ساتھ لآ الہ الا اللہ کے عدد کے موافق یعنی (۱۶۵) بار کلمہ شریف پڑھتے ہیں اور اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرتے ہیں۔ اپنے دل و زبان کو ذکرِ الٰہی سے ایسا بھر دیتے ہیں کہ بے کار باتوں کی بلکہ خیالات کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

فاذکرونی اذکرکم تم خدا کو یاد کرو گے تو خدا بھی تمہاری یاد کرے گا۔ یاد کرو، ہمیشہ اس سے فریاد کرو۔ غفلت جائے گی تو اللہ کی معیت آئے گی۔ جس کو خدا سے کام نہیں اس کا نیک انجام نہیں۔

آتی ہے ہر نفس سے صدا گوش ہوش میں کچھ کر لو غافلو کہ میں ناپائدار ہوں

خدا کے دربار میں جانا ہے۔ اس کو منہ دکھانا ہے۔ خالی ہاتھ جاؤ گے تو پھل کہاں سے پاؤ گے

اللہ اکبر اللہ اکبر مما اخاف واحذر

اٹھ فریدا جاگ رے جھاڑو دے مسیت
تو سوے رب جاگے کیسے نبھے پریت

الا اللہ نام خدا کو رٹتا ہے اور اس کے مزے لیتا ہے پہلے زبان سے ذکر کرتا ہے رفتہ رفتہ دل بھی اس کے ساتھ ہوجاتا ہے غفلت اس کے پاس نہیں پھٹکتی البتہ ذکر کرتے کرتے خود اپنے کو بھی بھول جاتا ہے۔ اب ذاکر کہاں اور ذکر کدھر؟ اب مذکور ہی مذکور ہے۔ مذکور سے دل معمور ہے۔ یہی کمال حضور ہے۔ حق الحق ہے۔

قرآن شریف میں ہے فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لهذا لَآ الٰه الا اللّٰه کا ذکر مشائخوں کا ایجاد کیا ہوا نہیں ہے حکم خدا ہے اور پیغمبر کے توسط سے حاصل ہوا ہے قرآن شریف میں یہ بھی ہے۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ یعنی تم اللہ بولو اور ان غافلوں کو واہی تباہی بکواس میں مشغول رہنے دو۔ ایک دوسری جگہ ہے۔ ولذکر اللّٰہ اکبر اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے یہ سن کر بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ذکر مشائخوں کی ایجاد کی ہوئی چیز ہے۔ قرآن شریف میں یہ بھی ہے۔ اذکر واللّٰہ قیاما وقعودا وعلٰے جنوبکم یعنی خدا کا ذکر کرو اس کی یاد میں رہو چاہے تم کھڑے رہو یا بیٹھے رہو۔ اور کروٹ لیٹے رہو یا آرام سے پڑے رہو۔ اس سے تو دوام حضور کی تعلیم نکل رہی ہے اور قرآن شریف میں یہ بھی ہے۔ ان اللّٰہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یآ ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلما۔ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس کے پیغمبر پر اے مسلمانو! اے ایمان دارو اس کے رسول پر صلوٰۃ و سلام بھیجو اور اس پر نہایت اہتمام کرو

یہ تین چار چیزیں تو منصوص ہیں۔ قرآن میں مذکور ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے بہت سے اسمائے حسنیٰ ہیں جو ان کو پوری طور سے یاد رکھے ان کی مداومت کرے وہ جنت کا مستحق ہوجائے گا۔

قاعدہ یہ ہے کہ ہماری قوتوں میں جو قوت کمزور ہے اس کو ترقی دینے کے لئے ایسے نام کو منتخب کریں جو اس کے مناسب ہے۔ قرابادین میں، مخزن المفردات میں سینکڑوں ہزاروں دوائیں ہیں۔ مرکب بھی ہیں مفرد بھی ان کا انتخاب کرنا بیمار کے لائق تجویز کرنا حکیم کا کام ہے اسی طرح اسمائے الٰہی میں سے کسی شخص کے لئے کسی اسم کو منتخب کرنا عارف کا کام ہے۔

اقسام ذکر اس سے پہلے ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ طریق عمل میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔ ہر شخص کا تجربہ جدا ہے۔ مذاق جدا ہے۔ اپنا اپنا انتخاب ہے۔ کامل استاد وہی ہے جو طالب کے حسب حال ذکر و شغل بتائے۔ بغیر تحقیق کے، بغیر مناسبت کے کوئی ذکر بتا دینا یا کسی شغل میں لگا دینا

یہ کام تو کسی عطائی کا ہے یا فہم حکیم تشخیص کر کے دوا دیتا ہے۔ خمیرہ مروارید، مفرح یاقوتی، چاندی یا سونے کا کشتہ بیشک اچھے ہیں مگر کیا ایک ہی دوا سب کو دی جا سکتی ہے؟ اس طرح کلمہ طیبہ اسم جلالہ مختلف طور سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بعض حبس دم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ بعض ذکرِ خفی کرتے ہیں۔ بعض ذکرِ جہری کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہم اذکار اور ان کے خصوصیات بیان کریں گے۔ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس کو مختلف طریقہ سے پڑھتے ہیں۔

ذکرِ دو ضربی لا کو دِل سے کھینچو اور الا کے ساتھ سیدھے طرف لے جاؤ خدا کے سوائے جتنے خطرات ہیں خیالات ہیں پس پشت پھینک دو اور الا اللہ کہہ کر دامنِ رحمتِ الٰہی میں چھپ جاؤ گم ہو جاؤ باقی، باقی رہے اور فانی فنا ہو جائے اس کو بعض لوگ ذکر ارہ بھی کہتے ہیں بعض قادری اور رفاعی۔ شاذلی دو ضربی ذکر کرتے ہیں۔ مگر بعض قادری بیٹھ کر ذکر کرتے ہیں اور بعض کھڑے ہو کر۔

طریقہ مولویہ یعنی مولانا جلال الدین روم کے ہاں اور رفاعیہ میں کھڑے ہو کر ذکر کرتے ہیں۔ رفاعیہ طریقے والے ذکر کرتے وقت اور اپنے وجود موہوم کی نفی کرتے وقت اسلحہ سے ضرب لگاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نہیں ہوں اگر ہوتا تو مجھے ضرر پہنچتا۔

ذکرِ سہ ضربی ناف سے لا کو کھینچو۔ پھر سر کو سیدھے طرف گھماؤ اور الا کا ضرب دو اور دل پر الا اللہ کا ضرب دو۔ اس ذکر میں لا کی شکل پیدا ہوتی ہے اور رفع خواطر میں بہت کام آتا ہے اس سہ ضربی ذکر میں تمام لطائف پر سے گذر جاتا ہے ایسا ذکر اکثر نقشبندی لوگ کرتے ہیں

ذکرِ چہار ضربی چار زانوں بیٹھو۔ سیدھے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے بازو کی انگلی میں رگِ کیماس (جو بائیں پاؤں کے گھٹنے کے نیچے ہوتی ہے) زور سے پکڑو۔ بائیں پاؤں کے گھٹنے کے پاس سے ہلکا جھٹکا دے کر لا کو کھینچو اور خیال کرو کہ ضرب شیطان پر پڑا ہے۔ شیطان ہمیشہ اس کی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ انسان کو خدا کے خیال سے پھیرے اور خدا کی مخالفت میں کمربستہ رکھے۔ لا کو الہ کے ساتھ ملاؤ اور سیدھے گھٹنے پر ضرب دو اور سمجھو کہ یہ ضرب خطرہ نفسانی پر ہے۔ جس کا کام ہے کھانا، پینا اور جسم کے خواہشات کو پورا کرنا۔ خطرہ نفسانی پر ضرب لگانے کے بعد الہ کو ھو کے

ساتھ ملاؤ اور سیدھے شانے پر ضرب دو ۔ یہ ضرب خطرہ ملکی پر ہے ۔ یعنی ہم کو نفس و شیطان کی کشمکش کی ضرورت نہیں ۔ نہ کسی کے ہم کو متنبہ کرنے کی حاجت ہے ۔ فرشتے ہمیشہ اچھی بات کی ہدایت اور بری باتوں سے بچنے کے لئے متنبہ کرتے رہتے ہیں ہم کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ۔ پھر بائیں جانب یعنی دل پر الا اللّٰہ کا ضرب لگاؤ کہ خدا کے سوا کوئی باقی نہ رہے شیطان اور نفس کا خطرہ " نفس امارہ " کا نتیجہ ہے اور بار بار متنبہ کرتے رہنا اور برے کام پر ملامت کرتے رہنا یہ صفت ہے " نفس لوامہ " کی اور خدا کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر بیٹھ جانا یہ کام ہے " نفس مطمئنہ " کا قرآن شریف میں ہے وَمَا اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف ۔ ۵۳) ایک اور جگہ ہے ۔ یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ۔ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۔
(پارہ عم سورۃ الفجر ۲۷ ۔ ۲۸) پہلے نفس کی کشمکش جاتی ہے تو اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے ۔ پھر خدا سے راضی ہو جاتا ہے ۔ پھر خدا بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے ۔

حبس دم ذکر کرتے وقت بعض حضرات حبس دم کرتے ہیں یعنی سانس کو روک لیتے ہیں اور زبان کو موڑ کر تالو کو لگا دیتے ہیں ۔ پوری سانس کا روکنا بھی کئی قسم کا ہوتا ہے یعنی پیٹ میں کی ہوا کو بالکل خالی کرتے ہیں کہ پیٹھ کو جا کر لگ جائے اس کو تخلیہ بولتے ہیں ۔ اور بعض سانس سے پیٹ کو بھر دیتے ہیں اس کو تحلیہ کہتے ہیں ۔ بعض حضرات آدھ بیچ میں سانس کو روک لیتے ہیں اس کو حصرِ نفس کہتے ہیں ۔

حبس دم ہو یا حصرِ نفس اس سے سخت حرارت پیدا ہوتی ہے اور اس کے اثرات سے ایک قسم کی بے خودی اور افیون کی نشہ کی سی حالت پیدا ہوتی ہے ۔

بعض قادری اور چشتی ۔ رفاعیہ اور مولویہ ذکر جہر کرتے ہیں اس سے دل میں جوش پیدا ہوتا ہے اور عشق و محبت کی تحریک ہوتی ہے ۔

حبس دم کرنے والوں پر جو فنائیت آتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کسی کو ڈبو کر مارا یا اس کو سانپ نے کاٹ لیا ۔ اور ذکر جہر کرنے والوں پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ آگ میں جلنے کے مشابہ ہے ۔ یا جرارہ بچھو کاٹنے کے مماثل ہے ۔ مرتے دونوں ہیں ایک سانس رکنے سے مرتا ہے اور ایک جل کر مرتا ہے توحید اور فنا دونوں کو ہے ۔ مگر ہر ایک کی کیفیت جدا ہے ۔

افیون سے بھی نشہ آتی ہے ۔ مگر افیونی خاموش رہتا ہے اور شرابی چیختا ہے کودتا ہے ۔ ناچتا ہے ۔ نشہ دونوں کو ہے مگر دونوں کی نشہ میں فرق ہے ۔

بعض چشتی حضرات دو سو دفعہ لَآ الٰہ الا اللّٰہ پڑھ کر چار سو دفعہ الا اللّٰہ کا ضرب لگاتے ہیں اور چھ سو دفعہ اللّٰہ اللّٰہ

ذکرِ عینی بعض اور حضرات آنکھ کھول کر لَآ الٰہ اور سب کی نفی کر کے آنکھ بند کرتے ہوئے الا اللّٰہ کہہ کر اثبات کرتے ہیں مگر یہ ایک قسم کا پاسِ انفاس ہے اس سے بھی غیر معمولی آثار نمایاں ہوتے ہیں مگر یہ ذکر جہری نہیں ہے خفی ہے قلبی ہے ۔ بعض حضرات آنکھ کھول کر ھو الظاھر اور آنکھ بند کر کے ھو الباطن کا ذکر کرتے ہیں یہ ذکرِ عینی ہے ۔

قادریہ طریقہ میں بعض حضرات لَآ الٰہ الا اللّٰہ دو سو بار اللّٰہ اللّٰہ چھ سو بار اور یا حی یا قیوم (۴۰۰) بار پڑھتے ہیں یہ ذکر بعض بالجہر کرتے ہیں بعض خفی طور سے ۔ اس طریقے میں لَآ الٰہ الا اللّٰہ سے اپنے ارادہ اور خطرات کو رفع کرتے ہیں ۔ واضح ہو کہ جرم کی تحقیق ارادہ تک ہوتی ہے ۔ اگر بالارادہ جرم ہوا ہے تو سزا ہوتی ہے اس واسطے قادریہ طریقہ میں سب سے اہم ارادہ کا توڑنا ہے بے ارادہ جینا قادریوں کا کام ہے ۔ ارادہ سے ذمہ داری آتی ہے ۔ بے ارادہ پر ذمہ داری نہیں آتی لَآ الٰہ الا اللّٰہ کا ذکر اس شخص کے لئے مناسب ہے جس کو خطرات آتے ہیں جس کو خطرات نہیں آتے اس کو اللّٰہ اللّٰہ کا ذکر کرنا چاہیئے ۔ خواہ مخواہ غیر کو لا کر نکالنے کی کیا ضرورت ہے ۔

اللّٰہ اللّٰہ کا ذکر ہر وقت لازم ہے ۔ خواہ ذکر جہری ہو یا جلی یا خفی ۔ ذکر کیا ہے ؟ نہ بھولنے کا نام ہے ۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے خدا کی یاد کی دھن لگی رہنی چاہیئے ۔ اس سے دوامِ حضور پیدا ہوتا ہے ذکر اپنا کام کرتا ہے اور دوسروں کو اس کا علم نہیں ہوتا ۔ یہ ذکر ریا سے بچاتا ہے ۔ بعض حضرات اپنے دوستوں سے یاد فراموش باندھتے ہیں جہاں بات ختم ہوئی پکار کر اللہ کہہ دیا ۔ دوسرے حضرات اگر ان کا دل حاضر ہے تو الحمد للّٰہ کہہ دیتے ہیں ۔ اگر غفلت اور چوک ہوئی ہے تو استغفر اللہ کہتے ہیں ۔

ذکرِ صعود و نزول لَآ الٰہ کو ناف سے کھینچو ام الدماغ یعنی وسط سر تک پہنچاؤ اور الا اللّٰہ کے ضرب کو پھر ناف تک پہنچاؤ ۔ ایسا ذکر بیٹھا ہوا کیا جاتا ہے ۔ اگر کھڑے یا لیٹے ہوئے ہو تو پیر کے

انگوٹھوں سے لا الہ کو کھینچو اور ام الدماغ تک پہنچاؤ الا اللہ کو پھر پیسر کے انگوٹھے تک پہنچاؤ اس ذکر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بجلی ہے کہ کوند رہی ہے۔

ذکر حدادی اپنے دونوں ہاتھوں کو ملاؤ اور گھٹنوں پر کھڑے ہوکر لا الہ کہتے ہوئے ہاتھ کو بائیں طرف سے گھماتے ہوئے سر کے اطراف پھرا کر الا اللہ کا ضرب سامنے کی طرف مارو۔ حضرت عبداللہ حداد لوہاری کاکام کرتے تھے اس لئے اس ذکر کو حدادی کہتے ہیں۔ اس کی نقل میں برکت ہے۔

ذکر مشی الاقدام اگر آہستہ آہستہ چلتے ہو تو ہر قدم پر اللہ اللہ دل میں بولو۔ یا ایک قدم پر لا الہ اور ایک قدم پر الا اللہ کہو اور اگر تیز چل رہے ہو تو ایک قدم پر لا اور دوسرے پر الہ تیسرے قدم پر الل اور چوتھے قدم پر لاہ بولو۔

ان اذکار کا ماحصل کیا ہے؟ وہی دوام حضور۔ وہی اذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْداً۔ وقت کو تم ضائع نہ کرو وقت بہت لاقیمت ہے۔ اذکار کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کوئی ایک ذکر بھی جم جائے تو غنیمت ہے تفصیلات کے لئے دیکھو حضرت سید غوث گوالیاری کی "جواہر خمسہ" حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی کشکول کلیمی۔ اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی "فیوضات قادریہ" اور حضرت شاہ رفیع الدین قندھاری کی "ثمراتِ مکیہ"۔

طریقہ قادریہ میں بعض اسماء کی زکوٰۃ دلواتے ہیں۔ زکوٰۃ کیا ہے؟ لاکھ یا سوا لاکھ دفعہ اللہ تعالیٰ کے کسی نام کو پڑھنا۔ قرآن شریف میں کثرت بتائی گئی تو مائۃ الف اویزیدون سے یعنی لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ۔ ہر اسم الٰہی کے ساتھ ایک توجہ شریف رہتی ہے وہ ایک دعا ہے جو سو (١٠٠) یا پانچ سو (٥٠٠) کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ توجہات شریف، کشکول شریف، اور فیوضات قادری، میں ملتے ہیں۔

طریقہ قادریہ میں جن اسماء کی زکوٰۃ دی جاتی ہے وہ یہ ہیں۔ لآ الہ الا اللہ اللہ اللہ۔ یاحی یا حی یا حی یا واحد یاواحد یا واحد یا عزیز یا وھاب یا ودود۔

بعض حضرات چند اور اسماء کی بھی زکوٰۃ دلواتے ہیں یا ذا الجلال والاکرام۔ یاحی یا قیوم۔ یاارحم الرحمین۔ اللھم رب النبی محمد۔

بعض حضرات اللہ ھو میں ھو کو خوب کھینچتے ہیں۔ جہاں دوسرا خیال آیا۔ جہاں سانس

ختم ہوگیا۔ پھر شروع کیا یہ ذکر توحید کو پیدا کرتا ہے۔

بعض لوگ صرف ھو ھو کا ذکر کرتے ہیں اور بعض ھا، ھو، ھی کا ذکر کرتے ہیں جو خلاصہ ہے لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا۔ شیخ اکبر کے پاس سیدھی طرف یارب بائیں طرف یارب آگے بھی یارب پھر دوسری دفعہ اسی طرح سیدھی طرف یاربی بائیں طرف یاربی اور سامنے بھی یاربی اور بعض لوگ اس طرح ذکر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ قال اللّٰہ کہہ کر اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا کے نعرے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صدا خدائی ہے۔

بغداد شریف کے بعض شیوخ ہر نماز کے بعد کلمہ طیبہ (۱۶۵) بار پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں ان تمام اذکار سے انوار پیدا ہوتے ہیں۔ بہر حال اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے اور اسی لئے اتنا ذکر کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ سمجھیں اذکر اللّٰہ حتی یقولوا مجنون شیخ کی اجازت سے کوئی ذکر کرو تو اس کا اثر ہی کچھ اور ہوتا ہے اللہ کے کسی نام کو بار بار پڑھنے سے اور بکثرت پڑھنے سے اس اسم سے ایک نسبت پیدا ہوجاتی ہے اور اس کی تجلی ذاکر کے دل میں ہونے لگتی ہے۔

سلطان الاذکار ہر پیغمبر کے جدا اوصاف اور اعضائے رئیسہ میں سے ہر ایک کو ایک پیغمبر سے خاص ربط و تعلق ہے۔ مشائخینِ کرام فیض کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ فیض اللہ تعالیٰ کے پاس سے سید الانبیاء محمد رسول اللہ قاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو آرہا ہے پھر وہاں سے خاص پیغمبر کو اور وہاں سے ان کے شیخ کو اور طالب، شیخ میں سے اپنے دل میں کھینچتا ہے اس سے اس لطیفہ میں ایک حرکت اور جذبہ محسوس ہوتا ہے۔ ایک ایک لطیفہ ایک ایک آدمی میں، ایک ایک پیغمبر میں خاص طور سے شدید و ممتاز رہتا ہے۔ جب ہر ایک لطیفہ حرکت کرنے لگے تو ان سب کے مجموعے سے مجموعاً فیض کھینچتا ہے اور اس وقت وہ تحتِ قدم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوجاتا ہے اور سر سے پاؤں تک تمام جذبات کا مظہر و منبع بن جاتا ہے یہ اجمال بعد التفصیل ہے۔ ایسے ذکر کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

ادعیہ اذکار اور چھوٹے چھوٹے اوراد سے حضور پیدا ہوتا ہے "حزب الاعظم" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادعیہ ہیں۔ "صحیفہ کاملہ" میں حضرت امام علی زین العابدین کے ادعیہ ہیں۔ "فیوضاتِ قادریہ" میں حضرت غوث الاعظم سیدی عبدالقادر جیلانیؒ کے ادعیہ ہیں۔ "الانوار

القدسیہ " میں حضرت ابو الحسن شاذلیؒ کے اوراد ہیں ۔ بعض لوگ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف جوشن کبیر کو منسوب کرتے ہیں ۔ حضرت سید غوث گوالیاریؒ کی " جواہر خمسہ " میں بھی بہت سے ادعیہ ہیں ۔

بہت سے ادعیہ دوسرے شیوخ طریقت کی طرف بھی منسوب ہیں " حزب البحر " حزب النصر حضرت ابو الحسن شاذلیؒ کی مشہور دعائیں ہیں اور حضرت احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ کی " دعائے حیدری " مشہور اور متعارف ہے " حصن حصین " میں صبح سے شام تک ہر کام کے لئے ادعیہ مذکور ہیں ۔ یہ ادعیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں ۔ مگر عام طور سے ہر دعا کو اس کے وقت پر پڑھنے کے عوض پوری " حصن حصین " کو سات روز پر تقسیم کرکے پڑھا جاتا ہے

درود شریف کے بھی بہت سے صیغے ہیں ۔ ان میں سے اکثر دلائل خیرات میں مذکور ہیں ۔

مصر میں دو مجموعے اور چھپے ہیں جن میں بہت سے شیوخ طریقت کے ادعیہ اور درود شریف ہیں ۔ درود شریف سے ٹھنڈی پر اطمینان کیفیت حاصل ہوتی ہے کیسا ہی اختلاج ہو ذکر سے بے چینی پیدا ہو صلوٰۃ و سلام سے رفع ہوجاتی ہے ۔

یاد رکھو ! جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد نہ ہو اور ان پر صلوٰۃ و سلام نہ بھیجے جائے کبھی اطمینان پیدا نہیں ہوتا ۔

وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کا فردِ اعلیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کسی نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر میں تمام وقت صلوٰۃ و سلام میں گذاروں اور اپنا تمام وقت اسی میں صرف کروں تو حضرت نے فرمایا الان کفیت امرک اب تمہارے کام کے لئے صلوٰۃ و سلام بالکل کافی ہے ۔

اشغال اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ پرہیز تھے ، دعائیں تھیں ان کے سوائے اشغال بھی ہیں ۔ اشغال کیا ہیں ؟ ایک خیال ہے ، ایک دھن ہے ۔ دھن میں دھن اپنی دھن پرائی دھن کا باپ نہ پن ۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ۔ یہ دھن لگاؤ ۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ جدھر منہ کرو ادھر خدا ہی ہے اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اللہ ہمارے میں ہے اندر بھی وہی ہے باہر بھی وہی ہے ۔ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اللہ شہ رگ سے بھی قریب ہے نحن اقرب

الیہ من حبل الورید آنکھیں بند کرکے بیٹھ جاؤ اور غور کرو میں کہاں ہوں؟ میں نہیں ہوں۔ جب تک وجود کا نور پڑ رہا تھا میں تھا اور نظر آ رہا تھا۔ اب صرف خدا ہے وہ بذاتہ موجود ہے۔ میں ایک خیال تھا۔ اب وہ خیال بھی کہاں رہا۔ جو ہے سو ہے جو نہیں ہے سو نہیں ہے

نہیں ہوں میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں ٭ خدا ہی ہے خدا ہے میں نہیں ہوں (حسرت)

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر کھٹکے پر آدمی کا ایک جدا ہی التفات ہوتا ہے لا الہ الا اللہ میں تو بہت سے کھٹکے ہیں۔ اللہ میں دو کھٹکے ہیں۔ ایک ال ایک لاہ۔ ھو میں ایک ہی کھٹکا ہے۔ زیادہ کھٹکوں سے زیادہ التفات پیدا ہوتے ہیں اور ایک ہی کھٹکے پر انتشار نہیں ہوتا۔

ذاکرین توحید پیدا کرنے کے لئے ایک کھٹکا لیکر اس کو دراز کرتے ہیں اور آواز کو اور خیال کو ذاتِ واحد پر منطبق کرتے ہیں۔

بعض حضرات ندی کے کنارے بیٹھتے ہیں پانی کے مسلسل بہنے کی آواز آتی ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے اس پر اپنے دل اور خیالات کو لگاتے ہیں اس کو ذاتِ حق پر منطبق کرتے ہیں۔ اس سے ایک قسم کی محویت پیدا ہوتی ہے اور دل پریشانی رفع ہوتی ہے شیخ سعدی صاحبؒ فرماتے ہیں

کسانیکہ یزداں پرستی کنند ٭ بہ آواز دولاب مستی کنند

دل اور خیال کا ایک نقطہ پر قائم رہنا توحید کو پیدا کرتا ہے اور فنائیت لاتا ہے۔ بعض لوگ سوتے ہیں تو اس خیال میں سوتے ہیں کہ میں احدیتِ ذات میں فنا ہو رہا ہوں۔ اور آنکھ کھولتے ہیں ہوشیار ہوتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ میں واحدیت کے جلوے دیکھ رہا ہوں۔

بعض حضرات اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔ کانوں میں ایک آواز سنائی دیتی ہے جیسے پانی برس رہا ہو اور روز بروز انگلیوں کو تھوڑا تھوڑا ہٹاتے ہیں اور اپنے خیال کو اسی آواز پر لگاتے ہیں۔ جب انگلیاں نکل بھی جائیں تو وہ آواز دائمی طور پر قائم رہتی ہے اس آواز کو ذاتِ وحدہ لاشریک لہ پر منطبق کرتے ہیں اور جس طرح کھرج کا سُر قائم ہونے کے بعد دوسرے سروں کو نکالتے ہیں اسی طرح اس دائمی آواز کو "صوتِ سرمدی" کہتے ہیں بولتے چالتے اور کام کرنے کے وقت بھی قائم رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وحی کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ جیسے کوئی پتھر پر زنجیر گھسیٹ رہا ہے یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گھنٹی بجا رہا ہے کسلسلۃ الجرس اس کے بعد پیغمبر کو وحی آتی ہے ان کے متبعین کو الہام ہوتا ہے اس کے بعد رہا سہا ہوش وہ بھی فراموش ہوجاتا ہے ۔ نہ آنکھوں سے کھائی دیتا ہے نہ کانوں سے سنائی دیتا ہے ۔ ھو کا چٹیل میدان ہے اس کو فنا کہتے ہیں یہی حال اگر قائم رہ جاتا ہے تو مجذوب ہوجاتا ہے پھر جب ہوش آجاتا ہے تو جو کچھ کھویا تھا دوبارہ پاتا ہے اس کو بقا کہتے ہیں ۔

شروع شروع بچے سیکل چلانا سیکھتے ہیں ، تو ہمہ تن سیکل پر متوجہ رہتے ہیں اور اس کے بیالنس (توازن) کا ہر دم خیال رکھتے ہیں ۔ جب بیالنس قائم ہوجاتا ہے اور سیکل چلانے کا حضور دائمی ہوجاتا ہے ۔ تو بات بھی کرتے ہیں مڑکر بھی دیکھتے ہیں ۔ کیا بیالنس کا خیال نہیں رہتا ہے ؟ نہیں ، ضرور رہتا ہے مگر تحت الشعور ہوجاتا ہے ۔ جب علمِ ذات ہوگیا تو اب غفلت کہاں ؟ اور جہل کدھر ؟ سبحان اللہ ، جس شخص کو دوامِ حضور ہے وہ سراپا سرور ہے ۔

ذکر و اشغال کا مقصد محبوب سے نسبت ہونا بلکہ محبت ہونا ہے اور یہ سب سے آخر میں آتی ہے اور اپنا عجیب و غریب رنگ دکھاتی ہے ۔ برسوں کا راستہ دنوں میں اور دنوں کا لمحوں میں طے کرتی ہے آخر یہ محبت ہے کیا ؟ ایک جذبہ ہے ، جو انسان کے دل پر مستولی ہوتا ہے ۔ محبوب سے ملانا دو کو ایک کرنا اس کا کام ہے ۔

در محفلِ یکتائی اغیار نمی گنجد — اغیار چساں گنجد چوں یار نمی گنجد

برگشت دل و جانم از جلوہ جانانم — در چشمِ من اے حسرت جز یار نمی گنجد (حسرت)

یہ ایک مستی ہے دشمنِ خود پرستی ہے ۔ بے ہوشی اس کے ہم دوش ہوتی ہے ۔ عاشق ہمیشہ خاموش رہتا ہے ۔ محبوب کی باتوں کے لئے سراپا گوش ہوتا ہے ۔ نہ شرم ، نہ حیا ، نہ عزت ، نہ حرمت ، نہ اس کا کوئی دوست ۔ محبت بڑھ جاتی ہے تو محب غریب بڑبڑاتا ہے ۔ واہی تباہی بکتا ہے ۔ سب کچھ اس پر سے گذر جاتا ہے اور وہ ہمت نہیں ہارتا ۔ آخر ہوتا کیا ہے ؟ چاہِ محبت میں پھاندتا ہے ۔ محبت کا پانی کیا ہے ؟ تیزاب ہے ! گل گلا کر پاش پاش ہوجاتا ہے ۔ عقلمندوں کے پاس محبت ایک بلا ہے ۔ اس سے جدا ہی رہنا بھلا ہے ۔

تمثیلِ محبت

اب میں ایک مثال دیتا ہوں شادی کیلئے ۔ اور خود شادی کیا ہے ؟ لڑکی جوان ہوتی ہے ۔ آنکھوں سے مستی ٹپکتی ہے ۔ ماں باپ کو فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ کب اس کو بر ملے گا ؟ مشاطائیں نکلتی ہیں اور دولہا کا پتہ لگاتی ہیں ۔ غرض کہ ماں باپ دولہے کا انتخاب کرتے ہیں ۔ لور لاجواب کرتے ہیں ، وہ ہوشیار ہوتے ہیں ۔ تجربہ کار ہوتے ہیں ۔

شادی ہوجاتی ہے تو کیا ہوتا ہے ؟ بیوی اپنے قرابتداروں کو چھوڑ دیتی ہے ۔ اپنے سہیلیوں کو بھول جاتی ہے ، اپنے دیگر خواہشات کو چھوڑ دیتی ہے سب تو سب اپنی عزت و آبرو کو بھی شوہر کے نذر کردیتی ہے ۔ اس کا خیال ایک نکتہ پر قائم ہوجاتا ہے ۔ اب وہ ہے اور اس کا شوہر ہے ۔ کثرت وحدت میں مبدل ہوجاتی ہے ۔ اب بیوی شرکت کو پسند نہیں کرتی اور تو اور کبھی ہمارے شوہر کہنا گوارا نہیں کرتی ۔ اس کو کہتے ہیں تفرید ۔ اس کا نام ہے توحید (حسرت)

میں لپٹ رہونگی سینے سے ÷ تیرے گلے کا ہار بھلا
غیر سے مجھ کو کام نہیں ÷ میں اور میرا یار بھلا

اس کا نتیجہ کیا ہوا ؟ تیرے بچے سو میرے بچے ۔ میں تیری ہوں تو میرا ہے ۔ تو اور نہیں میں اور نہیں ۔

میں جو تیرا ہوں تو ہر چیز ہے میری تیری
پھر یہ کیا بحث لگا رکھی ہے میرا تیرا (حسرت)

ابھی ہم نے بیان کیا کہ کثرت وحدت کا رنگ لیتی ہے ۔ بیوی اپنی عزت دیتی ہے تو میاں کی عزت بن جاتی ہے ۔ جب بیوی میاں کی ہوجاتی ہے تو میاں بھی اس کا ہوجاتا ہے ۔ کوئی بیوی کی طرف بدنگاہ سے نہیں دیکھ سکتا ۔ بیوی کا دشمن میاں کا دشمن ۔ بیوی کی آبرو کے سامنے میاں کی جان ۔ بیوی کا ساتھ میاں کے سوا کوئی نہیں دے سکتا ۔

ساس نند یا بگڑی تو بگڑی بگڑے نہ میرا یار
مجھ کو نہیں ماں باپ کی حاجت مجھ کو بس میرا غمخوار

اپنی عزت کا دینا ماں کر سکتی ہے نہ بہن نہ بیٹی اب گھر کس کا ہے ؟ بیوی سمجھتی ہے کہ میرا ہے ، اور حق سمجھتی ہے ۔ اب محبت ایک نیا رنگ لیتی ہے ۔ باندی بن کر بیوی ہوجاتی ہے اور

تمام کاموں کی تمام چیزوں کی ذمہ داری اس کے سر آجاتی ہے ۔ یہ ہے عبدیت ۔ اولاد کی پرورش ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام ، گھوڑے کے دانے چارے کا انتظام ، موٹر کے پٹرول کا اہتمام ، سائیس ، شوفر اور دوسرے نوکروں کو رکھنا اور ان سے کام لینا ، ان کو وقت پر ماہوار دینا یہ سب بیوی کا فرض ہے ۔ وقت پر کھانا پکوانا ۔ کھانا کھلانا کس کا کام ہے ؟ بیوی کا ۔ دن بھر گھر کے دھندے میں پھنسی رہتی ہے ۔ جو کام شوہر نہیں کرتا ان سب کو پورا کرنا بھی اس کے فرائض میں سے ہے ۔

جب شام ہو جاتی ہے اور کام دھندے سے فراغت پاتی ہے ، نوکر چاکر سب ہٹ جاتے ہیں ، اپنی اپنی جگہ سو جاتے ہیں تو وہ میاں کی طرف منہ کر کے پلنگ پر آکر لیٹ جاتی ہے ۔ میاں سے ہنستی بولتی ہے ۔ میاں بات کرتے کرتے غیب سے ہو جاتے ہیں ۔ بیوی پوچھتی ہے ۔ اجی آپ کہاں تھے ؟ یہ بولتے بولتے چپ کیوں ہو گئے تھے ۔ میاں ہنس کر جواب دیتے ہیں میں تو یہیں تھا ۔ واہ رے عبدیت ! کہ تو کس نقطہ کمال تک پہنچ گئی ہے ۔

صاحبو ! مجھ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ۔ اب تم جانو اور تمہارا کام الاھل بلغت بلغت عقلمندوں کو اشارہ کافی ہے ۔ مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ، مجاز سے حقیقت کی طرف پہنچنا اب تمہارا کام ہے ۔

خوش تراں باشد کہ سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

اللہ بس ، باقی ہوس ۔

عبداللہ کی دُعا

یا اللہ ! تیری کنہ کے ادراک میں شہبازِ بلند پرواز فکر سلیم پر و بال شکستہ ہے اور تیری معرفت کے سنگستان میں توسنِ عقل قدیم سکندری خوردہ ۔ تجھے کوئی نہیں جانتا ، تو پھر میں کس کو مانتا ہوں ؟ تو پوشیدہ ہے تو تجھے کس نے چھپایا ؟ تو عیاں ہے تو پھر کہاں ہے ؟ اگر تو عرش پر ہے تو پر و بال دے کہ اڑ کر تجھ تک پہنچوں اگر تو قریب ہے تو آنکھ دے کہ تجھ کو دیکھ سکوں ۔ اگر تو میرے دل میں ہے تو برقی رو بنا دے کہ اپنے آپ میں گھسوں اور تجھے پاؤں اگر تو مل نہیں سکتا تو ہم کو یہ فطرتاً طلب کیسی ؟ اگر خدا کا بندہ سے ملنے کا قاعدہ نہیں تو میں اپنے سے بیزار ہوں ، مرنے کو تیار ہوں ، اگر میں جلوں گا تو میرا دھواں عرش تک پہنچے گا ۔ خاک ہو جاؤں گا تو بگولہ بن کر اڑوں گا اور تیرے دامن تک پہنچوں گا ۔ مجھے صفو ہستی و وہمی سے محو و محق کرے ۔ طلس و طمس کردے ،

تمس نمس کردے ۔ نہ میں رہوں نہ یہ آفت ہوں ۔ بس بس میں اسی میں شاد ہوں کہ مردہ رہوں اور میرا مقصود زندہ رہے میں نابود رہوں ۔ میرا محبوب موجود رہے ۔

ٹوٹے یہ طلسم وہم میرا | آئینہ دل ہے مصفا
فانی کا فنا ہی ہونا اولیٰ | باقی کی بقا ہے سب سے اعلیٰ

(حسرت)

پیوند خاک ہوگا نقش قدم بنے گا | حسرت یہ جان ہی کر آیا تیری گلی میں

(حسرت صدیقی)

تصانیف و تالیفات

بحر العلوم حضرت محمد عبد القدیر صدیقی حسرتؒ

سابق پروفیسر و صدر شعبۂ دینیات

شائع کردہ حسرت اکیڈمی پبلکیشنز صدیق گلشن حیدرآباد۔

تفسیرِ قرآن

مقدمہ و تفسیرِ سورۂ فاتحہ

پارہ ۱ تا ۳۰

تفسیرِ لطیفی (پارہ عم کی مکمل کی تفسیر)

تفسیرِ آیاتِ طلاق

درس القرآن (ترجمہ و تفسیر سورہ فاتحہ و سورۂ والضحیٰ تا ناس)

دینی مدارس کے لئے نہایت موزوں

تفسیرِ سورۂ فاتحہ

تفسیرِ سورۂ یٰس

تفسیرِ سورۂ کہف

تفسیرِ سورۂ انشراح

تصوف

العرفان

حکمتِ اسلامیہ

المعارف

مکاتیبِ عرفان

التوحید

تفسیماتِ صدیقی

دیگر کتابیں

الدین (کتاب العلم)

الدین (کتاب الایمان) زیرِ طبع

نظام العملِ فقراء

ارشاداتِ صدیقی

اصولِ اسلام

کلیاتِ حسرت (مکمل دیوان)

تحقیقی موضوعات

مسئلہ عدم نسخ قرآن

اعجاز القرآن

حقیقتِ معراج

مشاجراتِ صحابہ و اختلافاتِ ائمہ

وصیت و وراثت

مراۃ الصدق

سماع

حقیقت بیعت

اسلامی حکومت

سود کا مسئلہ بحر العلوم کی نظر میں